مصباح علی سید

اسیر آیدان

ڈوبتے سورج کے ساتھ ابھرنے والی مدھر ہوا رن وے پر مٹر گشت کر رہی تھی، خوب دور تک پھیلے رن وے پر تیار کھڑے جہازوں میں سے ایک جہاز اپنی پرواز کی تیاری کے لیے ایکسیلیٹر لابی کی جانب لایا جا رہا تھا۔ وہ آفیشل ریسٹ روم سے نکلی، ٹرالی بیگ کو ڈیپارچر کی جانب تیزی سے گھسیٹتی اسکیٹنگ ایکسلیٹر پر رکھ کر لابی کی جانب بڑھ گئی۔ اس کی ساتھی ایئر ہوسٹسیں مقررہ وقت پر پہنچ چکی تھیں۔ صرف وہ ہی پانچ منٹ لیٹ تھی۔ اس شعبے میں پانچ منٹ لیٹ کا مطلب تھا پانچ دن لیٹ۔ کندھے پر کھسکتے بیگ کی اسٹرپ درست کرتے اس نے لابی میں قدم رکھا، وہ چند قدم ہی چلی تھی کہ اس کے انچ او (ہیڈ آفیسر) مخدوم صاحب نے پیچھے سے آواز دی۔ اس نے قدرے ناگواری سے پیچھے کی جانب گردن پھیر کر دیکھا تھا۔ پچھلے پانچ منٹ بھی صرف ان کی وجہ سے برباد ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے پوتے کو تحفہ بھیجنا تھا، اور رکھ کر بھول گئے، ادھر ادھر الماری بکھیر کر رکھ دی پھر یاد آیا تھا کے وہ تو کاٹیکٹ روم میں رکھا تھا، اسے چند منٹ انتظار کرنے کا کہہ کر خود کاٹیکٹ روم کی طرف نکلے۔ اس نے چند منٹ ان کا انتظار کیا پھر نکل آئی تھی کیوں کہ اچھی خاصی دیر ہو چکی تھی، لیکن اب پیچھے سے آتی آواز پر مرتی کیا نا کرتی کے مصداق اسے رکنا پڑا۔

''بھئی تم یہ بھول آئیں؟ کہہ کر بھی گیا تھا انتظار کرنا۔'' انہوں نے ایک چھوٹا سا سفید لیدر کا پاؤچ اس کی جانب بڑھایا۔

''ایکچوئلی سر۔ آئی ایم ٹو لیٹ، اناؤنسمنٹ ہونے والی ہے۔''

''کوئی مسئلہ نہیں، ویسے بھی آج آپ کی ڈیوٹی کچن میں نہیں بلکہ پسینجرز کے ساتھ ہے۔'' وہ اس اوکے کے انداز میں مسکرائی اور سفید پاؤچ لے کر اپنے ہینڈ بیگ کی زپ کھولی، اندر رکھ لیا، تین انگلیاں ہلا کر بائے کا اشارہ کرتی وہ تیز تیز لابی پار کر گئی۔

چھ فٹ سے کچھ ہی کم دراز قد، بے حد کھلی رنگت پر دھانی آنکھیں، بہترین سڈول جسم، بلو کیمرک کا خاص طرز پر سلا فیڈ قمیص شلوار، جس پر مختلف بجیز اور بٹن لگے تھے، گلے میں سامنے کی طرف اس کے ایئر ہوسٹس کارڈ پر اس کا نام ''منیبہ'' جگمگا رہا تھا۔ سر پر پنوں سے ٹکا باریک شیفون کا آسمانی اسکارف جس کے کناروں پر سرخ اور زرد رنگ بن یلمی ایئر لائن کے آفیشل رنگ کی نمائندگی کر رہا تھا۔ تیز چلنے سے اسکارف کے دونوں جانب سرخ اور زرد دھاریاں ہلتے ہوئے پیچھے کو سرکنے لگیں۔ اس نے سر پر لگی پن کو انگشت کی پور سے دبا کر اسکارف جما لیا، اور جہاز میں داخل ہو گئی تھی۔

ایئر بس کا ایک چکر لگا کر تمام سیٹس کو چیک کرنے کے دوران اپنی ساتھی ایئر ہوسٹس سے معمول کی بات چیت کے بعد لپ اسٹک زدہ بھرے بھرے ہونٹ اور رخسار مسکراہٹ میں پھیلاتے استقبالیے پر آ گئی۔ اس کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے اسے استقبالیے پر رہنے کی خاص ہدایت ہوتی تھی۔

''خوش آمدید۔ خوش آمدید..... خوش آمدید۔''

نئے داخل ہونے والے ہر مسافر کو مترنم آواز اور دھانی آنکھوں میں نرمی کا تاثر لیے خوش آمدید کہتے اس کی نگاہ قطار میں کھڑے آخری مسافر پر گئی۔ بلیک

akiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

مکمل ناول

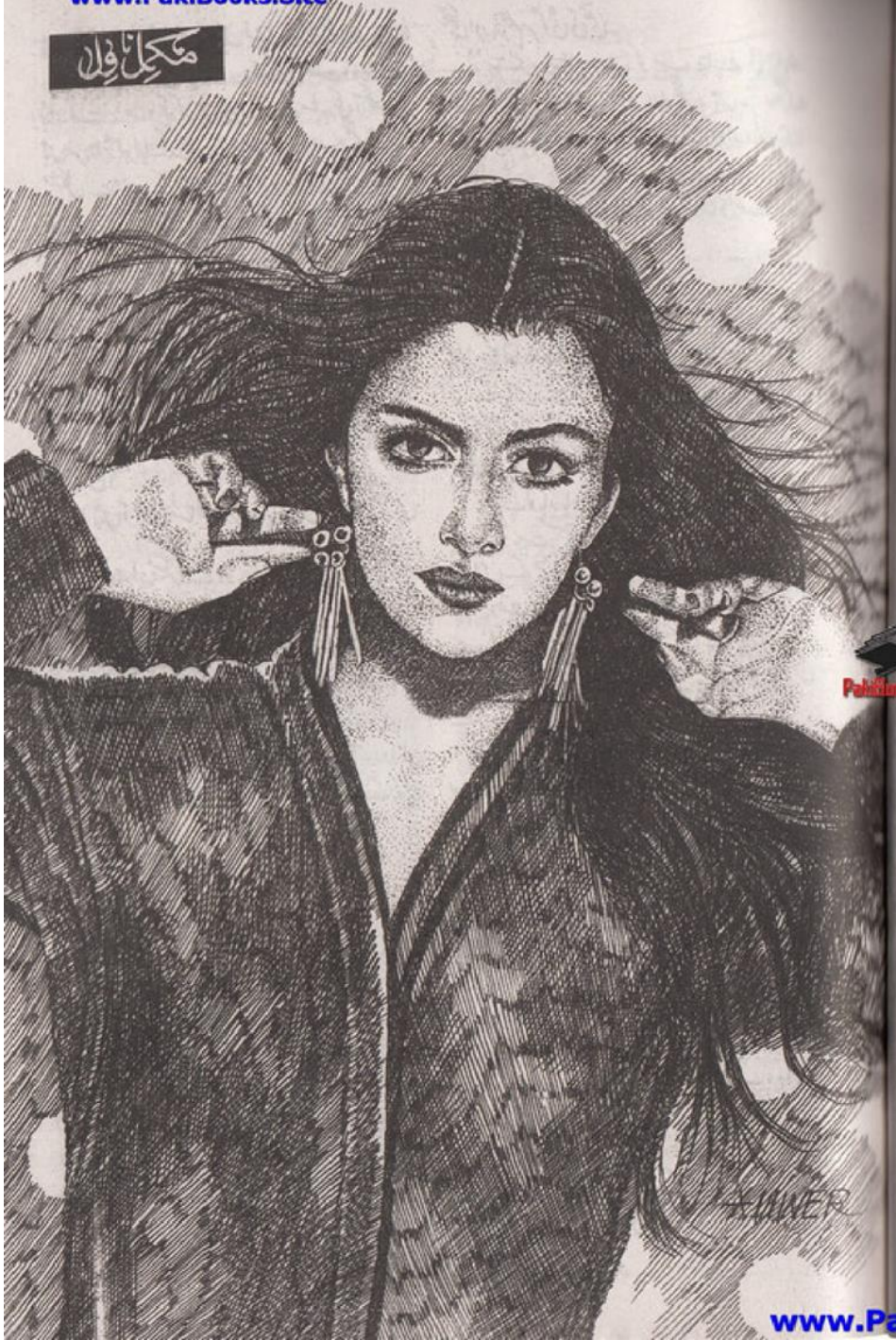

مصباح علی سید

اسیرِ یاراں

ڈوبتے سورج کے ساتھ ابھرنے والی مدھر ہوا رن وے پر مٹر گشت کر رہی تھی، خوب دور تک پھیلے رن وے پر تیار کھڑے جہازوں میں سے ایک جہاز اپنی پرواز کی تیاری کے لیے ایکسیلیٹر لابی کی جانب لایا جا رہا تھا۔ وہ آفیشل ریسٹ روم سے نکلی، ٹرالی بیگ کو ڈیپارچر کی جانب تیزی سے گھسیٹتی اسکیٹنگ ایکسیلیٹر پر رکھ کر لابی کی جانب بڑھ گئی۔ اس کی ساتھی ایئر ہوسٹسیں مقررہ وقت پر پہنچ چکی تھیں۔ صرف وہ ہی پانچ منٹ لیٹ تھی۔ اس شعبے میں پانچ منٹ لیٹ کا مطلب تھا پانچ دن لیٹ۔ کندھے پر جھکتے بیگ کی اسٹرپ درست کرتے اس نے لابی میں قدم رکھا، وہ چند قدم ہی چلی تھی کہ اس کے ایچ او (ہیڈ آفیسر) مخدوم صاحب نے پیچھے سے آواز دی۔ اس نے قدرے ناگواری سے پیچھے کی جانب گردن پھیر کر دیکھا تھا۔ پچھلے پانچ منٹ بھی صرف ان کی وجہ سے برباد ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے پوتے کو تحفہ بھیجنا تھا، اور رکھ کر بھول گئے، ادھر ادھر الماری بکھیر کر رکھ دی پھر یاد آیا تھا کہ وہ تو کاٹیکٹ روم میں رکھا تھا، اسے چند منٹ انتظار کرنے کا کہہ کر خود کاٹیکٹ روم کی طرف نکلے۔ اس نے چند منٹ ان کا انتظار کیا پھر نکل آئی تھی کیوں کہ اچھی خاصی دیر ہو چکی تھی، لیکن اب پیچھے سے آتی آواز پر مرتی کیا نا کرتی کے مصداق اسے رکنا پڑا۔

"بھئی تم یہ بھول آئیں؟ کہہ کر بھی گیا تھا انتظار کرنا۔" انہوں نے ایک چھوٹا سا سفید لیدر کا پاؤچ اس کی جانب بڑھایا۔

"ایکچوئلی سر۔ آئی ایم ٹو لیٹ، اناؤنسمنٹ ہونے والی ہے۔"

"کوئی مسئلہ نہیں، ویسے بھی آج آپ کی ڈیوٹی کچن میں نہیں بلکہ پسینجرز کے ساتھ ہے۔" وہ اس اوکے کے انداز میں مسکرائی اور سفید پاؤچ لے کر اپنے ہینڈ بیگ کی زپ کھولی، اندر رکھ لیا، تین انگلیاں ہلا کر بائے کا اشارہ کرتی وہ تیز تیز لابی پار کر گئی۔

چھ فٹ سے کچھ ہی کم دراز قد، بے حد کھلی رنگت پر دھانی آنکھیں، بہترین سڈول جسم، بلو کیمرک کا خاص طرز پر سلا فیڈ قمیص شلوار، جس پر مختلف بجیز اور بٹن لگے تھے، گلے میں سامنے کی طرف اس کے ایئر ہوسٹس کارڈ پر اس کا نام "منیبہ" جگمگا رہا تھا۔ سر پر پنوں سے ٹکا باریک شیفون کا آسمانی اسکارف جس کے کناروں پر سرخ اور زرد بن یلمی ایئر لائن کے آفیشل رنگ کی نمائندگی کر رہا تھا۔ تیز چلنے سے اسکارف کے دونوں جانب سرخ اور زرد دھاریاں ہلتے ہوئے پیچھے کو سرکنے لگیں۔ اس نے سر پر لگی پن کو انگشت کی پور سے دبا کر اسکارف جما لیا، اور جہاز میں داخل ہو گئی تھی۔

ایئر بس کا ایک چکر لگا کر تمام سیٹس کور چیک کرنے کے دوران اپنی ساتھی ایئر ہوسٹس سے معمول کی بات چیت کے بعد لپ اسٹک زدہ بھرے بھرے ہونٹ اور رخسار مسکراہٹ میں پھیلاتے استقبالیے پر آ گئی۔ اس کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے اسے استقبالیے پر رہنے کی خاص ہدایت ہوتی تھی۔

"خوش آمدید۔ خوش آمدید..... خوش آمدید۔"

نئے داخل ہونے والے ہر مسافر کو مترنم آواز اور دھانی آنکھوں میں نرمی کا تاثر لیے خوش آمدید کہتے اس کی نگاہ قطار میں کھڑے آخری مسافر پر گئی۔ بلیک

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

پینٹ، فان کالر شرٹ پر بلیک فیڈیڈ ویسٹ کوٹ پہنے، گھنی بھوؤں کو استہزائیہ جوڑے آگے کی سمت وہ بڑھنے لگا۔ اسے بڑھتا دیکھ کر پل بھر کے لیے منیبہ کی آنکھوں میں سرد تاثر لہرایا۔ مگر چہرے پر صرف مسکراہٹ تھی ”کتنا مشکل ہے اندر کے ابھرتے تلاطم کو بیرونی سطح پر ظاہر نا ہونے دینا“ وہ ان مراحل سے ایئر ہوسٹس دن میں کتنی بار گزرتی ہیں، یہ ان کا مجبور دل ہی جانتا ہے۔

”خوش آمدید۔“ سن کر وہ شناسائی کا تاثر دیتا اس کے پاس آکر ذو معنی کھنکارا تھا۔

”شکریہ۔“ اس نے ذرا سی گردن پھیر کر پیچھے خالی لابی کو دیکھتے استہزا میں کہا تھا۔

”آئی تھنک، آئی ایم دی لاسٹ..... ول یو پلیز گائڈ می؟“

(میں آخری مسافر ہوں، کیا میری رہنمائی کریں گی)

پیشہ وارانہ مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”آف کورس۔“ (جی ضرور)

اس سے پہلے وہ اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کرتی اس نے ہاتھ سے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا

”چلیے“

وہ مسکراتے چہرے کے ساتھ جہاز کے اندر داخل ہوئی۔ حسب معمول درمیان کی نشست اس کے لیے مختص تھی۔ نشاندہی پر وہ شکریہ ادا کرتا بیٹھ گیا۔

”اوہ میم!“

اس کے مڑتے ہی وہ عقب سے پکارا تھا۔

”مجھے ٹائم بتاتی رہے گا، ایکچوئلی.....“

اس کے ذو معنی رکنے پر وہ ٹھٹکی نہیں البتہ آنکھوں میں متاسف چمک ابھری تھی۔

”سو یہ طے ہے، یہ شخص بہت ڈھیٹ ہے، کبھی نہیں بخشے گا۔ زندگی میں کبھی میرے پاس ملین ڈالرز ہوئے اس کے منہ پر دے ماروں گی۔“ پھر خود پر مسکرائی۔ ”جو اس زندگی میں کبھی نہیں ہوں گے، سو۔“ سوچتے ہوئے اس نے ہلکے سے شانے اچکائے، وہ اس کی بھوری آنکھوں میں دھانی آنکھیں ڈالے ذرا سا اس کی جانب جھکی اور مدھم سرگوشی کی تھی۔

”سر میں یہاں سب کو سب بتانے کی پابند ہوں۔ اٹس مائی جاب، سو بے فکر رہیں۔“ ریشمی رخسار پھیلاتے ہوئے سیدھی ہوئی۔ ہموار لہجے میں کہا تھا۔

”شیور سر!“ وہ نرمی سے کہہ کر اناؤنسمنٹ کے لیے بڑھی تھی۔

☆☆☆

جہاز اپنے نچے سینے میں سمیٹ کر زمین کی سطح چھوڑ چکا تھا۔ دوران پرواز وہ کئی بار اناؤنسمنٹ کرنے اس کے پاس سے گزری، ہر بار وہ وقت پوچھنا نہیں بھولتا تھا، ایک بار منیبہ نے اپنی رسٹ واچ اتار کر اس کی سیٹ کے سامنے لٹکا دی۔

”آپ کو بار بار پوچھنے کی زحمت نہیں ہوگی۔“

”یہ تو بہت سستی ہے؟“

اس کے چڑا دینے والے مزاح پر وہ جتا کر بولی۔

”وقت کبھی سستا نہیں ہوتا۔ ہاں سستا کر دیتا ہے۔“ وہ جانے لگی تو اس نے آہستگی سے پکارا۔

”لیکن میم! مجھے کون بتائے گا' یہ وقت صحیح بتا رہی ہے؟“

”بے جان چیزیں جھوٹ نہیں بولتیں۔ سو یہ نہیں بولے گی، سر یلماز حسین صاحب!“ اس سے پہلے کہ وہ مڑتی، وہ کہہ اٹھا۔

”لیکن یہ جان دار ہے، یہ چل رہی ہے، آواز بھی آرہی ہے۔“ وہ اسے زچ کرنے کے پورے موڈ میں تھا۔ مگر سامنے بھی منیبہ تھی، اپنے پیشے کے تحمل کو برقرار رکھے۔

”اس کی جان آپ کی پوروں میں ہے' گھمائیں نکال دیں۔“ مسکراتے لب، نگاہوں میں نرمی کا تاثر لیے اب وہاں مزید نہیں رکی۔ مگر جب جب وہ وہاں سے گزری ہر بار وہ اس سے ایک بات پوچھتا۔

”کیا اب یہ وقت صحیح بتا رہی ہے؟“ وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیتی۔ اُسے اُس کے اِس انداز کی عادت بہت پہلے سے ہوگئی تھی۔

☆☆☆

پہلی ملاقات سے لے کر اب تک کے تین سالہ دورانیے میں اس کے استہزائیہ انداز میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔ پہلی ملاقات گو کہ اچانک تھی مگر اس کے بعد کی ہر ملاقات باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت تھی یا کم از کم منیبہ کو تو ایسے ہی لگتا تھا۔ کمپنی کی طرف سے دیے جانے والے سالانہ ڈنر میں سارے عملے کی حاضری یقینی ہوتی تھی، مگر یلماز نے اسے بلانے کے لیے خود چار فون کیے تھے۔

”سر میں ضرور شرکت کروں گی۔“ منیبہ کے جواب پر اس نے قہقہہ لگایا۔

”آپ کو کرنی بھی چاہیے، اٹس مائی آرڈر۔“

اسی جملے سے منیبہ کو چڑ تھی، شرکت تو اسے کرنا تھی مگر اپنا تمام وقار ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

گلے پر سلور نگوں کے کام والی لمبی گھیر دار سیاہ قمیص، سلور چوڑی دار پاجامہ، نیٹ کا لمبا سا سیاہ دوپٹا جس پر جگنو کی طرح کہیں کہیں نگ پر ہلاتے تھے وہ اسے آگے کو پھیلائے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اس طرح سے بیٹھی تھی اس کی ایک کہنی ٹیبل کے کنارے پر ٹکی تھی۔ رخ مہمانوں کی جانب اور نگاہ اندھیرے سے سیاہ پڑتے درختوں کو بے چین کرتی برقی روشنی پر، وہ جانے کب چپکے سے ادھر آبیٹھا تھا۔ ڈارک براؤن ڈنر سوٹ میں ملبوس، مہنگے ترین کلون کی خوشبو بکھیرتا، ایک اعلا خاندان کا قیمتی ترین فرد۔

”کہاں کھوئی ہوئی ہیں آپ؟“ وہ اس کے بولنے پر ہلکا سا چونکی۔ قدرے درست ہو کر بیٹھتے ہوئے نگاہ اس کی سمت پھیری، اداس چہرے پر معمولی سی لپ اسٹک میں مسکراتے ہونٹ، نرمی کے تاثر سے بھری دھانی آنکھیں وہ ان آنکھوں کی چمک میں بہت پہلے الجھ گیا تھا، ویسے تو اس پیشے کی اہم ڈیمانڈ کے حساب ان کی تمام ایمپلائز ایئر ہوسٹس بہت خوب صورت تھیں اور اس کے آگے پیچھے رہنے کو فوقیت دیتی تھیں۔ اس کی وجہ صرف اس کی وجیہہ سراپا ہی نہیں تھا بلکہ مشہور ایئر لائن کے مالکان میں سے ہونا بھی تھا اس کی نظر التفات ترقی کے چانسز بڑھا سکتی تھی اور ساتھ مل جانے سے وقار اس سب کے باوجود منیبہ کا لیا دیا انداز، یلماز میں اک خود سری سی بھرتا کھینچ کر اس کے قریب لے آتا۔

”کہیں نہیں سر! یہاں ہی آپ کے سامنے ہوں۔“

”لیکن محسوس نہیں ہو رہیں، شاید کچھ سوچ رہی تھیں؟“ اس نے اثبات میں سر ہلاتے اپنی نرم آنکھیں دھانی آنکھوں میں جما دیں۔

”صحیح کہا آپ نے۔“ اس نے شیشے کے گلاس میں پانی انڈیل کر، اطمینان سے گھونٹ بھرے، گلاس واپس رکھتے ہوئے مسکرائی اور سرد آواز میں بولی تھی۔

”میں یہ سوچ رہی تھی سر! دوران پرواز، یہ درخت، محل، زمین کس قدر معمولی دکھائی دیتے ہیں چونکہ استقامت فرش بخشتا ہے، اسے معمولی سمجھنا نہیں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف
سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

سوچ نگر کی رانی

رضیہ جمیل

قیمت -/350 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر:
32735021

www.PakiBooks.Site

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

www.PakiBooks.Site

چاہیے۔" یلماز کی نگاہ میں گہرا تاثر ابھر کر معدوم ہوا اس نے بات فوراً بدل دی۔

"ایکچوئلی میں آپ کو اپنی فیملی سے ملوانا چاہتا تھا۔ آئیں۔"

وہ اٹھا تھا مگر اس کے قطعیت سے کہنے پر "میں مل چکی ہوں۔" کچھ سوچتے ہوئے واپس بیٹھ گیا۔

"یقیناً میرے گرینڈ پا سے نہیں ملیں ہوگی۔" اس کے احتراز سے اندر کی زور آوری نے سر اٹھایا وہ جتا کر بولا۔ "وہی جنہوں نے مجھے واچ گفٹ کی تھی۔ آئیں ان سے اس کی قیمت پوچھتے ہیں۔" اب کے منیبہ نے کھل کر مسکراتے ہوئے بیک سے پشت ٹکائی چڑا دینے کی حد تک طمانیت چھلک رہی تھی۔

"میں سب سے پہلے ان ہی سے ملی تھی۔"

"قیمت تو پوچھی ہوگی؟" کان کی لوح کھینچتے ہوئے کہا گیا۔ مقصد اسے الجھا دینا تھا مگر وہ منیبہ تھی۔ حسن اور جسم کی اٹھان اسے اللہ نے دی تھی، خود اعتمادی سے جاذبیت اس نے خود بھری تھی۔ اور اس سب کی اہم وجہ اس کے پیشے کی ڈیمانڈ بھی تھی۔ کنفیوژ ہونا اس نے اپنی سرشت سے نکال پھینکا تھا۔

"بالکل اور انہوں نے بتایا بہت جلد میری سیلری اتنی بڑھا دیں گے۔ دس سال کی پے جمع کرنے سے میں ایک اچھی گھڑی خریدنے کے قابل ہو سکتی ہوں۔"

اسے خاموش دیکھ کر وہ "ایکسکیوزمی" کرتے جھٹکے سے اٹھی، کچھ فاصلے پر کھڑی اپنی ہیڈ ائیر ہوسٹس کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"کیا چیز ہو تم منیبہ بی بی؟ یلماز حسین اتنا کنگال نہیں ہے کہ دل کی قیمت نہ دے سکے۔" وہ دیر تلک سوچتا رہا۔

یہ گھڑی کی یاد دہانی کوئی پہلی یا آخری بار نہیں تھی۔ اس کے برفیلے انداز کو وہ محظوظ کرتے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہنے لگا تھا۔

☆☆☆

جگہ جگہ سے پھٹے کھیس دریاں گزرتی برسات کی سیلن دور کرنے کے لیے چھت کی دیوار پر پھیلائی گئی تھیں۔ اترتا سورج دیکھ کر وہ انہیں اتارنے کے لیے اوپر آئی تھی۔ ایک ایک کر کے اتار کر تہ لگاتے نیچے نظر مار لیتی۔ صحن میں حسب معمول امجد بلقیس کو گالیاں بک رہا تھا۔ وہ چٹاخ پٹاخ کر اٹھی۔

"بیس سال ہو گئے تیرے ساتھ ذلیل ہوتے ہوئے۔ جوان بیٹی کی بھی تجھے غیرت نہیں۔ خدا کے واسطے چھوڑ دے جوا۔"

"بکواس نہ کر، دے اتار کے۔"

"کیوں دوں، یہ میں نے اس کی شادی کے لیے رکھی ہوئی ہیں۔ تیرے جوئے کے لیے نہیں۔"

"دیتی ہے یا دوں کاغذ۔"

"نہیں دیتی کیا کر لے گا، مار لے، پیٹ لے اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے تو....." کندھے سے سرکتی چادر جھٹکے سے اوپر کرتی بلقیس اس کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

"اے" امجد کا ہاتھ اپنے کندھے کی جانب گیا اور تیزی سے پلٹ کر الٹا بلقیس کے منہ تک آنے لگا تھا۔ راستے میں ہی بلقیس نے اس کی سوکھی کلائی کو پکڑ کر جھٹکے سے پرے کی۔ وہ دانت جمائے تنفر سے پھنکاری تھی۔

"سمجھتا کیا ہے، تو خود کو..... نشے نے تیرے اندر کچھ چھوڑا ہے جو مجھ پر ہاتھ اٹھا....."

جملہ ادھورا رہ گیا تھا۔ بلقیس کو کھانسی کا شدید دورہ اٹھا تھا، اس کی حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امجد تیزی سے آگے بڑھا تا کہ اس کی بالیاں اتار سکے۔ اس نے پھر اسے پرے دھکیلا وہ چلا پڑا۔

"اے ذلیل عورت! تیرا خون پی جاؤں گا۔" مغلظات بکتے اس کے جسم کی تمام ہڈیاں کھڑی ہو گئی تھیں، رنگت بالکل سیاہ۔ اس کے کروفر سے لگتا تھا اگر آج بلقیس نے اپنی واحد جمع پونجی وہ بالیاں نہ دیں تو اسے قتل کر دے گا جس طرح وہ اس پر چڑھ چڑھ جا رہا تھا۔ بلقیس ایک بار پھر جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔

"خدا کا واسطہ تجھے۔"

اس نے آگے دونوں ہاتھ جوڑ لیے میلی چادر کندھے سے پھسلی اور کلائیوں پر آ رکی۔ دونوں کو

میلی کے فرش کو چھونے لگے، سوکھی گھاس جیسی چٹیا سے نکلے بال، بجھی بھوری آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے میلی چادر پر آنسو..... اور دم توڑتی کھانسی۔ وہ اسے واسطے دے رہی تھی۔

"چلا جا یہاں سے، رحم کر مجھ پر اپنی بیٹی پر۔ جا چلا جا۔"

"چلا جاؤں گا۔" اس نے ناک سے مکھی اڑا کر گلے میں پڑا چار خانوں والا زرد مفلر کھول کر زور سے لپیٹا۔ "دے بالیاں ابھی چلا جاتا ہوں۔"

"نہیں نہیں....." بلقیس دونوں ہاتھ کانوں پر رکھتی آہستہ آہستہ پیچھے ہو رہی تھی۔ نشے میں لڑکھڑاتے آگے بڑھتے امجد کے پیروں میں اس کی میلی چادر رگیدی گئی۔

"تو کیسے نہیں دیتی۔ تیری تو ماں بھی دے گی۔"

کانپتی کھانستی بلقیس کو اس نے زور کا دھکا دیا۔ وہ ٹوٹے بان کی چارپائی پر جا گری۔ سر کے پچھلے حصے پر شدید چوٹ آئی تھی پھٹے بان کی ساری نوکیں بدن میں پیوست ہو گئیں۔ کھانسنے میں تیزی آ گئی تھی۔

"کھڑے کھڑے تجھے چوک میں بیچ آوں گا۔ ہونہہ!"

وہ قحط زدہ آنکھیں پھاڑے اسے گھور رہا تھا۔ آخری جملے پر منیبہ کی برداشت جواب دے گئی کھیس زمین پر پٹخ، گولی کی طرح تنگ زینہ اترتی نیچے آئی۔ امجد کے روبرو تن کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"ابا اس موٹی بھدی بیمار عورت کی تجھے کیا قیمت ملے گی۔ کتنے عرصہ چلے گی وہ رقم..... ادھر میری طرف دیکھ۔"

اس نے باپ کو اپنی جانب موڑتے ہوئے گردن اٹھائی۔ "خوب صورت ہوں، جوان ہوں، مجھے بیچ..... کم از کم اتنی رقم تو ملے گی جو تیرا ساری زندگی کا نشہ پورا تو کر سکے۔" وہ باپ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے اگلے دانت جما کر چلاتی رہی تھی۔ "چل مجھے چوک لے جا اور اپنے یاروں سے بولی لگوا میری۔ چل نا۔ چل۔ چل۔ ابا چل دیر کیوں کر رہا ہے۔"

Free Download and Read Online
From :
PakiBooks.Site
www.PakiBooks.Site
www.PakiBooks.Site

اس کے ہذیانی کیفیت میں چلانے پر امجد کی غصے سے پھیلی آنکھیں سکڑیں پھر بھنچنے لگیں۔ وہ اسے ایک ہی بات کہتے بے طرح چلاتی دروازے کی سمت بڑھتی رہی بلقیس نقاہت سے اٹھی منیبہ کو پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی مگر اس نے جھٹکے سے خود کو چھڑوایا۔

"مت روک اماں! آج ابے کو شوق پورا کرنے دے۔ اپنی بیٹی کو بیچ کر نشہ پورا ہو جائے گا اس کا۔ روز روز کی کل کل ختم ہو۔"

"تو پاگل تو نہیں ہوگئی۔" بلقیس اسے روکنے میں ناکام تھی اور امجد اس کے جوان ہاتھوں میں بے بس لڑکھڑاتا تنفر سے اسے گھورے جا رہا تھا۔

"ہاں پاگل ہوگئی ہوں۔" اس نے ایک بار پھر باپ کو پھنکار کر دیکھا۔ "پہلے تو نے اماں کا چھلا بیچا، جو سنارن نے اپنے بچے کے صدقے میں دیا تھا، پھر وہ نقطے جتنا لاکٹ بیچا جو ڈوری میں اماں کے گلے میں لٹکا رہتا تھا، پھر گھر کی ایک ایک چیز بیچی۔ اب تجھے بالیاں چاہئیں۔ ان تاروں کا کیا ملے گا تجھے۔ آٹھ ہزار، دس ہزار۔ بس۔" اس نے حقارت سے گردن جھٹکی۔

"ہونہہ....."

ہرنی جیسی بڑی بڑی دھانی آنکھیں گرم پانی سے لبالب بھر گئی تھیں۔ "کتنا بھولا ہے تو ابا! تیرے گھر میں ہیرا پڑا ہے تجھے نظر نہیں آتا۔ چل آج اس ہیرے کی قیمت لگوا۔"

امجد نے خود کو چھڑوانا چاہا مگر جوان گرفت مضبوط تھی۔ بس اسے گھورے جا رہا تھا منیبہ نے تعفن زدہ سانس کھینچی، آواز بھیگ کر نکلی۔

"ویسے بھی تو تیرے دوست باہر آتے جاتے، مجھ پر ٹھٹھے مارتے ہیں، راستہ روکتے ہیں..... تو خود کیوں نہیں میری بولی لگا دیتا۔ ان کا اور تیرا سب کا نشہ پورا ہو جائے گا۔"

امجد نے جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑایا تھا، ماں بیٹی کو تنفر انداز میں دیکھتے اپنا چار خانوں والا زرد مفلر اتارا اور جھٹکتا تیزی سے باہر نکل گیا، وہ گھٹنوں کے بل زمین پر دھم سے بیٹھی، پھر زور زور سے ایسے چلا رہی تھی جیسے آج کسی کی میت ہوئی ہو۔

"چلا کیوں گیا..... لے کر جا مجھے، دوسرے کی بیٹی کو بیچنے کی ہمت ہے تو اپنی کو بیچنے کا حوصلہ بھی پیدا کر۔" بلقیس نے اسے اپنے ساتھ لگاتے پیار کیا تھا

"پاگل تو نہیں ہوگئی تو..... کیوں کر رہی ہے اس طرح۔"

"پاگل نہیں عقل آگئی ہے۔ باپ کو تو رحم نہیں آتا مجھ پر، جب بکوں تو ہو سکتا ہے وقت کو آ جائے۔"

بلقیس اس کے چہرے کو دیکھتے استہزائیہ ہنسی تھی۔

"وقت کو اور رحم؟ بے وقوف۔" اس نے ٹھٹھے کے انداز میں قہقہہ لگایا پھر لگاتی چلی گئی۔۔ یہاں تک کے منیبہ رونا بھول کر اماں کو ایسے دیکھنے لگی جیسے وہ پاگل ہوگئی ہو۔ پھر بلقیس نے لمبی سی ہچکی لے کر ٹھٹھوں کو ایسے بریک لگائی جیسے کوئی اسپیڈ بریکر کا جھٹکا لگا ہو اور گہرے انداز میں بولی تھی۔

"وقت اور مرد ایک سے ہوتے ہیں۔ بے رحم، سفاک..... دونوں چاہتے ہیں ان کے آگے سر جھکا لیا جائے، ان سے ہار مانی جائے۔ انہیں سجدہ کیا جائے۔ یہ جیسا مرضی سلوک کریں، پاؤں میں رگڑے دیں، مگر ان کے آگے جھکا سر نہ اٹھے، ان کی حکمرانی قائم رہے۔" اس نے اماں کو بھی جھٹکے سے پیچھے کیا۔ بپھری ناگن کی طرح آنکھیں کلائیوں کی پشت سے بے دردی سے رگڑ ڈالیں۔

"میں نہیں ماننے والی ہار۔ میں رب کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرنے والی۔ نہ وقت کو نہ ہی کسی مرد کو۔"

☆☆☆

شارجہ میں برج خلیفہ کے پاس بنے کانفرنس ہال میں تمام ملٹی نیشنل ایئر لائنز کا سیمنار تھا۔ سب کو اپنی کارکردگی کے بارے میں بہترین بریفنگ دینا تھی۔ پریزنٹیشن کے لیے سب کمپنیز نے اپنے بہترین بائلٹس اور پرکشش ایئر ہوسٹس تیار کی تھیں۔ یلمی کمپنی کی طرف سے منیبہ اور اس کی دو ساتھی تیار کی گئیں۔ اچھی پریزنٹیشن دینے کے لیے انہیں پہلے سے

www.PakiBooks.Site

ریہرسل کروائی گئی تھی جس میں ان کی آواز اور لباس کا خیال رکھا گیا تھا۔

سیمینار ہال نامور وزراء، مشیر، کمپنیز کے مالکان، عہدہ داران سے بھرا پڑا تھا۔ مختلف موضوعات پر ہال میں ہوتا شور ایک دم سمٹ گیا۔ یلمی ایئر لائن کی جانب سے جب منیبہ اسٹیج پر بڑھنے لگی۔ سرخ سلکی نیٹ کی لمبی میکسی، لمبی ہیل کانگوں سے جھلکتا سینڈل، سرخ ڈائیڈبال آگے سے کچھ اٹھا کر کانوں کی پن میں دبائے، تراشیدہ سرے پتلی لمبی گردن اور شانوں کو چھوتے، سلیقے سے کیا گیا میک اپ، گلے اور کانوں میں باریک نگوں کی چمکتی جیولری اور اس بھرپور اہتمام کے ساتھ نرم مسکراہٹ میں پھیلے ریشمی لب و رخسار۔ روسٹم کے پیچھے کھڑے ہوئے سیدھے شانوں اور اٹھی گردن والی کی مترنم آواز "ہیلو".....

میں حیرت انگیز دلکشی بھر چکی تھی، اس لڑکی کا اسٹیج پر آنا ہی یلمی کی ریٹنگ یک دم بڑھا گیا۔ یلماز تیسری رو میں بیٹھا تھا، اسے اس پری وش کے صرف ہلتے ہونٹ، ہیرے کی طرح چمکتی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ اپنی کمپنی کی کارکردگی اور خصوصیات کے بارے میں کیا کہہ رہی ہے، کتنا کہہ رہی ہے، اس سے اسے کوئی سروکار نہیں تھا، اس کا آخری لفظ۔

"تھینک یو۔"

اس کے اندر گھنٹیاں سی بجا گیا تھا، تالیوں کی گونج میں جیسے ہی وہ روسٹم سے ہٹی وہ غیر محسوس طریقے سے اٹھا، اسٹیج سے ملحقہ کمرے کی جانب جدھر وہ بڑھی تھی وہ پچھلے دروازے سے ادھر ہی آ گیا تھا، ان کی کمپنی کے علاوہ ادھر اور بھی کمپنیز کی ایئر ہوسٹس اور پائلٹ آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ جیسے ہی منیبہ ادھر سے گزری وہ اسے تالیوں سے سراہتا قریب ہوا، نگاہ استہزائیہ، چہرا عام تاثر لیے، دیکھنے والوں کو بات چیت کا انداز عام مالک، ملازم کا سا لگتا تھا۔

"واہ۔ کمال کر دیا مس منیبہ آپ نے۔"

وہ مسکرائی۔

"تھینک یو سر۔"

"بہت خوب صورت لگ رہی ہیں آپ۔"

اس کے مدھم سے کہنے پر وہ ہموار آواز میں بولتی آگے چلنے لگی۔

"سر! میں سیلری لینے کے لیے خوب صورت لگنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"مگر آپ خوب صورت ہیں۔"

"جی بالکل! آج مجھے کئی لڑکیوں نے کہا ہے۔ لیکن؟"

وہ بھی ساتھ چلتا لمحہ بھر کو رکا۔ "اگر میں آپ سے کہوں یہ جاب چھوڑ دیں۔"

"مطلب.....؟" مطلب اب وہ کیا بتاتا، منیبہ کو دیکھ کر اپنی سانسیں رکنا تو سمجھ آتا تھا لیکن، جو اور بہت سو کی رکی تھیں۔ ہال میں بیٹھے یلماز کا جی چاہا تھا، ان کی حقیقت میں ہی روک دے یا پھر منیبہ پر طلسمی چادر ڈال کر اپنے تک محدود کر لے، اس وقت اس کے ادھورے جملے پر منیبہ کو اچنبھا ہوا بھنویں سمٹ گئیں۔

"جاب میری ضرورت ہے، یو نو سر!"

"میں آپ کی ہر ضرورت پوری کروں گا۔"

وہ تندی سے دیکھتے چونکی، وہ سنبھلا اور تنگ کرنے کو پرانی جون میں لوٹا۔

"آئی مین، مجھے اپنا وقت لینے کے لیے، آپ کی ضرورت تو پوری کرنی پڑے گی۔" اس کا استہزائیہ انداز منیبہ کو کسی انگارے کی مانند لگا تھا۔ نگاہ کی تندی بمشکل روکی اس کا شدت سے دل چاہا نتیجے کی پروا کیے بغیر اس کے منہ پر رکھ کر تھپڑ مارے۔ اس وقت اس میں، امجد کے نشئی دوستوں اور کنول کے ابا میں قطعاً فرق نہیں لگا تھا۔ اس نے جبڑے جماتے اپنے تاثرات کو قابو میں رکھا تھا۔ اپنی عزت نفس پر ضرب کھا کر بھی ہنسنا کتنا مشکل ہے نا اور وہ دن میں کتنی بار ان لمحوں سے گزرتی تھی۔ شاید اب تک تو یاد بھی نہ ہو۔ وہ محظوظ ہوتے ہوئے مسکرائے جا رہا تھا۔ پھر سنبھلنے کی اداکاری کرتے ہوئے بولا۔

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

"اوہ آئی ایم سوری، رئیلی سوری آپ کچھ غلط سمجھیں۔ میرے کہنے کا مطلب ہرگز وہ نہیں تھا، جو آپ سمجھ رہی ہیں۔"

وہ اس کی خاموشی سے حظ اٹھاتے اپنی خالی کلائی دکھانے لگا تھا۔ "ایکچوئلی! میرے پاس وقت نہیں ہے، یعنی گھڑی، مجھے اپنی گھڑی واپس چاہیے، مس منیبہ! پہلے ہی آپ نے بہت دیر کردی ہے۔ آپ تو کنفیوژ ہی ہوگئیں۔"

وہ منیبہ تھی خود کو قابو میں رکھ کر طمانیت سے طنز کرنے والی۔

"نو نو، نو سر آپ غلط سمجھ رہے ہیں، میں ہرگز ویسا نہیں سمجھی، جو آپ کی سوچ ہے۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں، آپ کی واچ یہاں شارجہ سے خریدی جائے یا پٹاگون سے؟ ہماری اگلی فلائٹ امریکہ کی ہے ناں۔"

اس کا ٹھنڈا ٹھار لہجہ یلماز کو چبھا تھا وہ جاتے ہوئے مزید کہہ گئی تھی۔ "انفیکٹ سر میں بھی کنفیوژ نہیں ہوتی۔ سو بے کار کی کوششیں چھوڑ دیں۔"

وہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔ یلماز کی نگاہیں اٹھی گردن والی کی سرخ میکسی کی فال سے ٹکرا نیچے گر گئیں ماربل کے چمکتے فرش کی چمک آنکھوں میں گھپ سی گئی تھی۔ اس کے دانت آپس میں پیوست تھے سارا غصہ گھونسے کی صورت دیوار پر نکلا تھا۔

☆☆☆

برآمدے میں بچھی چارپائیوں پر وہ دونوں لیٹی تھیں۔ بلقیس نے منہ پر دوپٹا ڈال رکھا تھا تاکہ چاند کی سنہری کرنیں آنکھوں میں نہ چبھیں، پورے چاند کی روشنی بھی سب کے لیے رومانوی نہیں ہوتی۔ بہت سوں سے تو وہ پرسکون اندھیرا بھی چھین لیتی ہے جس میں اپنے حال سے نگاہ بچا کر کچھ دیر خوابوں کی ٹھنڈی وادی میں جا سوئیں۔ ہوا، درخت، مٹی اور چاند کی روشنی رات کو بھگونے میں پوری طرح ناکام تھیں اگر کچھ کامیاب تھا تو صرف دھانی آنکھیں، وہ دونوں ہاتھ توبہ کے انداز میں جوڑے رخسار کے نیچے دبائے گھر کے کونے میں جلتے زرد بلب کو مسلسل تک رہی تھی۔

برساتی پتنگوں کا بلب کے گرد ہجوم تھا وہ گرم بلب سے ٹکرا کر جلتے، گرتے، مرتے پھر نئے آجاتے۔ پتنگوں سے نگاہ ہٹا کر بلقیس کو دیکھا، وہ بے سدھ پڑی سو رہی تھی۔ منیبہ کے رخسار پر پھیکی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی بلقیس تب ہی پرسکون نیند سوتی تھی جب اس گھر کا واحد سربراہ گھر سے باہر ہوتا تھا۔ اگر وہ گھر پر ہوتا اول تو لڑائی جھگڑا ہی رہتا، نہیں تو اپنے جیسے اوباش دوستوں کو چار گز کی چھوٹی سی بیٹھک میں لیے بیٹھا رہتا۔ بیٹھک کی پھٹی درزوں سے ساری رات بدبودار دھوئیں، فحش قہقہے ابلتے۔ بلقیس کمرے کے دیمک زدہ دروازے کو چٹخنی چڑھا کر ساتھ چارپائی کی رکاوٹ لگا دیتی۔

"ہونہہ دیمک زدہ دروازہ بھی کبھی طوفان کا مقابلہ کرسکا ہے بھلا پھر بھی کمزور عورت اس کے آگے رکاوٹ لگا کر خود کو محفوظ سمجھتی ہے۔" البتہ بلقیس کی تسلی کے لیے اتنا سامان ہی کافی تھا، ضروری کام سے بھی منیبہ کو باہر نکلنے نہیں دیتی تھی، ساری رات آہیں بھرتے گزرتی، اور جب وہ باہر ہوتا تو دونوں ماں بیٹی سکون سے ہوتیں کہ اس جیسے بھی وہاں ہی پڑے ہوں گے جہاں کہ وہ خود، اس وقت بلقیس مدہم خراٹوں میں گم تھی۔ منیبہ نے دوسری جانب کروٹ بدل لی۔ پہلے ایک آنکھ کا پانی دوسری میں ٹپک رہا تھا اب دوسری والی پہلی کا قرض لوٹا رہی تھی۔

☆☆☆

شام ہونے والی لڑکی اس گھر کی پہلی یا آخری لڑائی نہیں تھی۔ صبح شام ایسی لڑائیاں دم توڑتی تھیں۔ امجد بلقیس کو گالیاں دیتا، بازو سے پکڑ کر کاغذ کی دھمکی دیتا دروازے تک لے جاتا تھا، کبھی بلقیس اس کی منتیں کرتی کبھی منیبہ۔ منیبہ نے اُسے کم ہی خوش دیکھا تھا، اکثر تو جواہار جاتا۔ اگر کبھی قسمت سے جیت جاتا اپنی خوشی خود مناتا تھا اسے آج بھی یاد تھا جب وہ بمشکل پانچ چھ برس کی ہوگی ابا صحن کے بیچ و بیچ بھونی

ہوئی مرغی کھا رہا تھا۔ وہ جا کر پاس کھڑی ہوگئی، کبھی ابا کے منہ کو کبھی بوٹی کو تکتی، کافی دیر بعد اس نے ٹانگ کی ہڈی اسے تھما دی، شاید کہیں گوشت کا پھوس اڑا ہوگا۔ منیبہ خوش ہو کر اسے چوسنے لگی، بلقیس تپ کر اٹھی تب تک وہ پانی پی کر ڈکار بھی لے چکا تھا، اس نے بچی کے ہاتھ سے ہڈی لے کر فرش پر ماری۔

"تیرے حلق سے اتر کیسے جاتا ہے، جب تیری اپنی اولاد تیرا منہ تک رہی ہو۔"

"چل چل لعنتی۔" وہ نخوت سے بولا۔ "میں نے پیدا کی تھی؟ تو نے کی تھی تو کھلا۔"

"میں بھی کہیں کوڑے سے اٹھا کر نہیں لائی تھی۔" وہ منیبہ کو لے کر چولہے کے پاس بیٹھ گئی چنگیر میں رکھی باسی روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر اس کے منہ میں ڈالتی رہی۔ "تجھ جیسے منحوس کے گھر اللہ نے پھول سی بچی دے دی نا، اس لیے ناشکرا بنا ہے۔"

امجد کی جانے بلا وہ منہ پر مفلر ڈالے خراٹے مارتا سو رہا تھا، اور منیبہ بے دلی سے پھیکی روٹی کھاتی ماں کو خفگی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی جان بچی پھی مسالا لگی ہڈی میں تھی، تب اماں بہت بری لگی تھی۔

"اماں کو نہیں ملی تو میری بھی چھین کر پھینک دی۔" لیکن اِس وقت بان کی ٹوٹی چارپائی پر لیٹے ہوئے بھی اس نوالے کی تراوٹ اپنے حلق میں محسوس ہوئی، بے ساختہ نگاہ پورے چاند کی حکمرانی میں دب دب کر جھانکتے تاروں پر گئی، کتنے لمحے اس روشنی میں ابھر آئے۔

☆☆☆

کھلی رنگت چمکتے رخساروں والی گیارہ بارہ سالہ منیبہ تھڑوں پر کھیلتی اچانک کنول کے گھر چلی گئی، کوئی پہلی بار نہیں گئی تھی۔ پرانی سہیلی تھی بلقیس کے ساتھ تو اکثر ہی چلی جاتی تھی بلقیس نے اکیلے جانے سے منع کر رکھا تھا، اس کا کیا تھا وہ تو ہر جگہ ہی جانے سے روکتی تھی۔ کنول کے کمرے کی چوکھٹ پر کھڑے اس کی چمکتی دھانی آنکھیں پھیل گئیں، غلافی پپوٹے پلکوں کی باڑ سے ڈھک گئے۔ عید، بقرہ عید، شب رات کچھ بھی نہیں تھا، کنول کا ابا نیاز اس کے ہاتھ میں چمکیلی چوڑیاں ڈال رہا تھا، اس سے نظر ملتے ہی کنول چمکی اور چوڑیاں بجاتے اس کے قریب آئی۔

"ابا لے کے آیا ہے، اچھی ہیں ناں؟" اثبات میں سر ہلاتے وہ سوچ رہی تھی۔ "اُس کا ابا سنار، لوہار، کمہار کچھ بھی نہیں تھا۔ بڑی سڑک کے پٹرول پمپ پر گاڑیاں صاف کرتا تھا اور چوڑیاں لے آیا۔ ابا بھی کچھ لاتا ہے۔ اس نے اپنے ابا کی صرف ڈانٹ پھٹکار ہی سنی تھی۔ چیزیں تو اماں لاتی ہے۔"

☆☆☆

بلقیس ساروں کے گھر کام کرتی تھی، جھاڑ پونچھ، برتن، کپڑے دھونے کے ساتھ چھوٹے موٹے کئی کام بھگتا دیتی جس کا اتنا معاوضہ مل جاتا گھر کا خرچ چل جاتا تھا، ان کے بچوں کے ٹوٹے کھلونوں کی ٹوکری دے کر چھوٹی سی منیبہ کو ایک کونے میں بیٹھا دیتی، کھیلتے کھیلتے اس کی آنکھ لگ جاتی وہ وہاں ہی سو جاتی، چیونٹیاں کھیاں چڑھنے لگتیں، بلقیس اسے جھاڑ کسی چارپائی کی پائنتی پر لٹا دیتی، بے فکر زندگی تھی، جیسے جیسے بڑی ہوئی مس ثمینہ کے کہنے پر سرکاری اسکول میں بٹھا دیا، مس اپنے ساتھ لاتی لے جاتی۔ ساروں کے گھر کے بچے ہوئے کھانے ماں بیٹی کے کھانے کے بعد بھی بچ جاتے، پھر اس بچے کھچے پر لڑائی ہوتی، منیبہ کو یاد نہیں تھا لڑائی کس چیز پر تھی، لیموں کے اچار یا پھپھوندی لگے دیسی گھی پر، امجد مانگ رہا تھا، لکڑیاں جلاتی بلقیس گہرے سانس لیتی اٹھی۔ درخت کے نیچے لگے ہینڈ پمپ کی کائی زدہ زمین پر یک دم جھکتی چلی گئی، بلقیس کو ابکائی پر ابکائی آرہی تھی، امجد چونکا۔ اپنے سوکھے بدن کو کڑکڑاتا اٹھا۔ منیبہ کا خیال تھا ابا اماں کو تھامے گا، چکر کھا رہی ہے، گرنا جائے۔ لیکن اس نے اس کی چٹیا کھینچی۔ بلقیس بے دم سی ہو کر لڑکھڑائی، امجد اپنی مخصوص گالیاں بک رہا تھا۔

"میں بھی کہوں ساروں کے گھر سے روز روز چیزیں کیوں آرہی ہیں اور وہ چھلا۔"

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

بلقیس کے ''چھوڑ چھوڑ'' کہنے کے بیچ وہ نخوت سے چلا رہا تھا۔ ''تو کہہ رہی تھی بچے کا صدقہ دیا سنارن نے۔ یوں کیوں نہیں بتاتی سنار کی مہربانی ہے''

''الزام لگاتے شرم نہیں آتی تجھے۔'' بلقیس تڑپ گئی۔

''گند تو گھولے شرم میں کروں۔ واہیات عورت۔'' اس کی دھاڑ پر کانپتی ہوئی منیبہ نظر جلتی لکڑیوں پر گئی وہ غصے میں اکثر چولہے کی طرف بڑھتا تھا جلتی لکڑی نکال کر مار پیٹ شروع کر دیتا۔ منیبہ نے پاس رکھا پانی کا جگ لکڑیوں پر انڈیل دیا، پانی آگ کی تپش کم کر دیتا ہے۔ اس نے عقل استعمال کی۔

''اللہ سے ڈر، خدا کا واسطے چھوڑ دے'' وہ تکلیف سے بلبلا رہی تھی۔

''حرام کاری تو کرے، اللہ سے میں ڈروں۔ ہیں۔''

''تو مر گیا ہے کیا..... جو یوں الزام لگا رہا ہے۔'' بلقیس کے کہنے پر اسے مزید تاؤ آیا۔ ''اے'' کہتے اسے چولہے کے پاس اتنی زور کا دھکا دیا تھا، بھاری بدن کے گرنے سے زیادہ بلقیس کے حلق کی آواز تھی۔ وہ نخوت سے اسے اور ڈری سہمی منیبہ کو گھورتا جا چکا تھا اور بلقیس بہت دیر کراہتی رہی۔

☆☆☆

جانے کون، کہاں سے کب اس برقعے والی خالہ کو بلا لایا تھا۔ منیبہ نے اسے چھوٹا سا صندوق تھامے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہ جس گھر میں جاتی تھی اگلے دن اس گھر کے بچے بہت خوش ہوتے۔ مٹھائی کھلاتے، سکے بانٹتے اور ایک ہی بات کہتے تھے۔

''خالہ صندوق میں کا کالائی تھی، اچھے بچوں کو دیتی ہے، لڑنے والوں کو نہیں دیتی۔''

''میں نے تو کبھی کسی سے لڑائی کی تھی نہ پٹائی، پھر میرے گھر کیوں نہیں دے کر گئی، شاید ابا کے ڈر سے وہ مار پیٹ کرتا ہے نا۔'' دروازے کے تھڑے پر بیٹھی منیبہ خالہ کو صندوق اٹھائے واپس جاتے دیکھ کر سوچتی رہی۔

اس واقعے سے بھی امجد پر کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ وہ ویسے کا ویسا ہی تھا، البتہ بلقیس بہت بدل گئی تھی، امجد سے لڑنا تو کیا بات کا جواب دینا بھی چھوڑ دیا تھا، منیبہ کو ساتھ دبکائے روتی رہتی، کھانا پکا کر، منیبہ کو تھماتی کے ابا کو دے آئے۔ تب وہ اتنی چھوٹی تھی ناراضی کی سمجھ نہیں آتی تھی مگر آج رات کے سناٹے کو چیرتی جھنگروں کی آوازوں میں اماں کے پرانے آنسو قینچیوں کی طرح چیرتے محسوس ہوئے۔

''ابا کتنا ظالم ہے تو، ظلم کا دوسرا مطلب مردانگی ہے کیا؟'' تنفر سے دانت بھینچے نفی میں سر ہلاتی رہی۔ لبالب بھری دھان سے قطرے اڈے، رخساروں سے ہو کر مخروطی انگلیوں پر ٹپ ٹپ گرتے رہے۔

☆☆☆

جہاز کے خلیج کی حدود میں داخل ہونے کی معلومات دینے کے بعد وہ کچن کی جانب آ گئی تھی، جہاں شنزا اور سارہ مسافروں کی بچائی جانے والی خوراک کو تلف کرنے اور بچ جانے والی کو محفوظ کرنے میں سرگرداں تھی۔ دروازہ کھولتے ہی، اس نے خود کو نارمل کرتے گہرا سانس لیا مسکراہٹ میں پھیلتے لبوں کو کردکھتے جبڑوں کو دبا کر سکون محسوس کرتے بولی۔

''مجھے لگتا ہے ہم انسان نہیں، ربڑ کی گڑیاں ہیں۔'' صبح سے مسکرا مسکرا کر اس کے جبڑے دکھنے لگے تھے، سارہ نے گندے ڈسپوزایبل برتن بن میں پھینکتے اُسے اچنبھے سے دیکھا جیسے اس نے کوئی احمقانہ بات کی ہو۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں۔'' اپنی ہیڈ کے ایسے دیکھنے پر اسے خفت ہوئی تھی۔

''تمھیں ابھی تک نہیں پتا چلا ہم انسان نہیں۔ ایئر ہوسٹس، نرس، گائیڈ، اٹینڈنٹ۔ ہم سب عورتیں خدمت گزار ہوتی ہیں اور خدمت گزار انسان کب سے ہوئے؟ جو ٹکٹ خرید کر جہاز میں سوار ہو گیا، سو ہمیں خرید لیا۔ جتنا سفر، اتنی دیر کی باندی۔''

اس نے نروٹھے پن سے انہیں ایسے دیکھا جیسے وہ اتفاق نہیں کرتی اور مصنوعی کرسٹل کی سلیب سے

پلاؤ اسمیٹنے لگی۔ کچھ توقف کے بعد موضوع بدلتے کہا تھا۔

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا آپ پسنجر میں چلی جائیں، میں دیکھ لیتی ہوں۔''

''خیریت، کوئی پسنجر تنگ کر رہا ہے؟'' اس سے پہلے منیبہ جواب دیتی شنزا نے اسے مشکوک نگاہ سے دیکھا۔

''آج تو یلماز حسین ہمارے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ پھر بھی؟''

''پھر بھی سے کیا مراد ہے؟'' منیبہ کے لہجے میں یک لخت تلخی ابھری۔

سارہ نے شنزا کو تنبیہی آمیز گھرکا تو وہ کندھے اچکاتے۔ ''مذاق کر رہی تھی۔'' کہتی رخ پھر گئی۔ مگر اس کا انداز اسے اندر تک چیر گیا تھا جتنا وہ اس موضوع سے بچنا چاہتی تھی اتنا ہی زبان زد عام ہو رہا تھا۔ وہ جب بھی جہاز میں سفر کرتا پسنجرز رو میں منیبہ کی ڈیوٹی ہوتی اور وہ بار بار اسے بلاتا سب کو واضح محسوس ہوتا تھا، جس کانفرس یا سیمینار میں ایمپلائیرز کی جانب سے منیبہ سلیکٹ ہوتی، ممکن نہیں تھا وہاں یلماز حسین نا ہو۔ برج خلیفہ کے سیمینار کے بعد یلمی نے اپنے ذاتی جہاز کے لیے منیبہ کو بطور ائیر ہوسٹس آفر کی تھی، یلماز کی جانب سے خاصا پریشر بھی تھا، مگر منیبہ نے یہ کہہ کر معذرت کر لی۔

''سوری سر! مجھے پبلک فلائٹ میں جاب کی اجازت ہے، پرسنل میں نہیں۔'' سارہ نے اسے بہترین پیکیج کی اس آفر پر بہت قائل کیا۔

''بے وقوف! لڑکیاں تو اس آفر کے لیے مر رہی ہیں اور تم نے انکار کر دیا۔ دو ڈھائی سو لوگوں کی خدمت کی جگہ صرف دو چار لوگ۔ کیوں؟''

''دو ڈھائی سو لوگوں کی خدمت دو چار مردوں کی باندی بننے سے کہیں بہتر ہے، سارہ!''

اسے اپنا وقار بہت عزیز تھا اس کی یہی محتاط انداز یلماز کو مقناطیس کی طرح کھینچتا رہا تھا، وہ اس کھنچاؤ کو غیر محسوس طریقے سے رد کرتی رہی۔ شنزا کا رخ دوسری جانب تھا تب اس نے ملتجی نگاہوں سے سارہ کو دیکھا، اس نے جواباً ہاں میں سر ہلایا۔ سارہ نے المونیم کے دروازے کے ساتھ لگے قد آور آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنا اسکارف درست کیا ہونٹ مسکراہٹ میں پھیلاتے ہوئے باہر نکلنے لگی تھی کے وہ فوراً اندر داخل ہوا تھا۔ جہاز کے کچن کیبن میں کسی مسافر کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن وہ عام مسافر نہیں تھا وہ یلمی کے آنر کا سب سے چھوٹا بیٹا یلماز حسین تھا۔ سارہ اور شنزا اسے دیکھ کر اچھی خاصی چونک گئی تھیں۔ منیبہ سٹپٹائی ضرور تھی مگر ظاہر ہونے نہیں دیا نرم تاثر لیے گردن اٹھی رہی، کانچ جیسے نرم تاثر کے آگے وہ واچ لہراتے ہوئے تنبیہہ کر رہا تھا۔

''یقیناً یہ آپ کی واچ ہے، راستے میں گری ہوئی تھی۔ بہت لاپرواہیں آپ منیبہ! چیزوں کے بارے میں احتیاط کیا کریں۔ سمجھیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جتلایا۔

''ایکچوئلی سر ایک پیسنجر کو ٹائم فوبیا ہے۔ ان کے خوف سے اتاری شاید تب گر گئی۔'' اس کے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے سپاٹ سا کہا تھا۔

''آئندہ احتیاط کروں گی۔''

وہ کہنے تو کچھ اور آیا تھا مگر سارہ شنزا کو دیکھ کر بات بدلی اب اس کے جواب کا غصہ مشترکہ کہتے ہوئے اتارا۔

''اور آپ سب یہاں کیوں اکٹھی ہیں۔ باہر پسنجرز کو کون اٹینڈ کرے گا، ڈیوٹی سے اتنی غفلت۔ میں صرف مجمنٹ کو دیکھنے کے لیے یہاں سفر کرتا ہوں، ورنہ کوئی شوق نہیں خواری کا؟'' سارہ فوراً سے باہر نکل گئی وہ دانت جمائے اسے تکتا جیسے آیا تھا ویسے چلا گیا۔

☆☆☆

اس رات کے آنسو امڈتے جاتے تھے ہر قطرے میں چاندنی جذب ہو کر پرانے منظر واضح کر دیتی۔ اور وہ منظر تو رہ گیا تھا جب وہ کنول کے دروازے پر کھڑی تھی، اس کی حسرت بھری نگاہ پر نیاز کا پان سے

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

Free Download
and
Read Online
From :
PakiBooks.Site
www.PakiBooks.Site

رنگا منہ کراہت آمیز پھیلا، اس نے کنول کے ہاتھ سے چند چوڑیاں اتاری اور منیبہ کو اشارے سے اپنے پاس بلایا تھا، نیاز کے دیکھنے میں عجیب سا تاثر تھا وہ تہی ہوئی اس کی جانب بڑھی، چوڑیاں اترنے پر کنول کا منہ بن گیا تھا، نیاز نے اسے خوش کرنے کے لیے دس کا نوٹ پکڑا کر کہا۔

''جا چوک سے اپنے اور منیبہ کے لیے اچھی سی چیز لے کر آ۔'' وہ خوش ہو کر باہر کو بھاگی نیاز نے منیبہ کی کلائی پکڑ کر مسکراتے ہوئے اپنی گود میں بٹھایا اور وہ چوڑیاں اس کے ہاتھ میں ڈالیں۔

''تجھے اچھی لگ رہی ہیں۔''

کتھے سے رنگے منہ کی بدبو اسے کان کی پشت پر محسوس ہوئی تھی۔ ڈرتے ڈرتے اس نے ہاں میں سر ہلایا، نیاز کے چہرے پر کمینگی رینگی۔

''دفع کر اپنے ابے کو، تو نے جو جو لینا ہے میں لا کر دوں گا، مجھے بتایا کر۔''

حلاوت بھرے لہجے سے کہتے اس کی ہتھیلی پر ہاتھ پھیرا اس کے ہاتھوں کی کھردراہٹ پر وہ کسمسائی۔ اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا، باہر صحن میں کوئی آہٹ ابھری، نیاز کی بیوی پڑوس میں گئی ہوئی تھی اس کی آمد کے خوف سے یک لخت منیبہ کو گود سے اتارا۔

''اچھا یہ لے جا۔ کل آنا۔ نئی لاؤں گا۔''

وہ تیزی سے باہر نکلی تھی۔ باہر کوئی بھی نہیں تھا جانے کیسی آہٹ تھی۔ بے آسرا کے لیے اللہ کی مدد شیطان کو بھگانے کے لیے غیر مرئی آہٹیں بھی ضرور کرتی ہے۔

بلقیس کو جیسے ہی اس نے معصومیت سے ساری بات بتائی، اس نے چوڑیاں اتار کر پھینکتے غصے سے کہا تھا۔

''اگر کسی بندے سے کوئی چیز لی ہاتھ کاٹ دوں گی تیرے۔ کنول کے گھر کا رخ بھی کیا تو ٹانگیں توڑ دوں گی۔ لوگوں کو سب پتا ہے تو کس کی بیٹی ہے، توڑ مروڑ کے کھا جائیں گے''

تب اماں کی بات ذرا پلے نہیں پڑی تھی مگر اب سمجھ میں آتے ہی جھٹکے سے اٹھ بیٹھی، آنسو تھم گئے، سانس تیز چل رہی تھی نگاہ آسمان پر اٹھی۔

''اللہ جب گھر کا محافظ کمزور تھا، مجھے پیدا کیوں کیا۔''

اکڑوں بیٹھے دونوں بازوں گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر تکلیف کے وجد میں ہلتی اپنی سسکیاں روکنے کی کوشش میں تھی، چارپائی کی چرچراہٹ پر بلقیس کی نیند ٹوٹی منہ سے دوپٹا ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ گم صم سی بیٹھی عجیب طرح سے ہل رہی تھی۔

''تو سوئی نہیں۔ کیا ہوا؟'' اتنا سا بولتے ہی اسے شدید کھانسی کا دورہ پڑا وہ سر اونچا کرتے ہوئے سانس بحال کر رہی تھی۔ اس کی آواز سے ہلتی منیبہ کی حرکت تھمی، چونک کر اماں کو دیکھا تھا، گھٹنوں سے بازو کھولتے ہوئے جھٹکے سے اٹھی۔

''تو نے رات پھر دوائی نہیں پی؟'' کھانسی روکنے کی ناکام کوشش کرتے نفی میں سر ہلاتی بلقیس اٹھ بیٹھی۔

''اماں تو یہ بالیاں بیچ کر اپنا علاج کیوں نہیں کروالیتی۔ میری خاطر ہی سہی۔'' وہ خفگی سے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی، تاکہ اس کا سیرپ لائے، بلقیس نے اسے اشارہ کرتے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں روکا تھا۔

''دوائی رہنے دے، تھوڑی سی چینی دے دے۔ منہ میں رکھ لیتی ہوں۔''

''دوائی تو نے سر میں مارنی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا، دن میں تین بار پینی ہے تو ایک بار بھی نہیں پیتی۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے اندر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''صبح پی لوں گی اب رہنے دے، چینی دے دے۔''

بلقیس کی پکار کے باوجود گردن جھٹکتی، طاقچے سے سیرپ کی بوتل اٹھا کر ہلاتی ہوئی باہر آئی، اسے محسوس ہوا جیسے بوتل خالی ہو، ہلا جلا کر دیکھتی یقین دہانی کے لیے چلتی زرد بلب کے قریب گئی، بوتل اونچی کر کے روشنی میں دیکھی، معمولی سے چند قطرے بہہ رہے تھے، وہ حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے پلٹی۔

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

"یہ کب پی لی تو نے۔ کل تو آئی تھی، اتنی جلدی ختم؟"

بلقیس کیا بتاتی۔ وہ گردن جھکائے دہری ہوتی کھانس رہی تھی منہ پر دوپٹا رکھ لیا، منیبہ سمجھی سنا ہی نہیں، قریب آ کر پھر سے پوچھا۔ "اماں یہ تو خالی ہے۔ دوائی کہاں گئی؟" کھانسی کے وقفے میں وہ بولی تھی۔

"کہاں جانی..... تیرا باپ پی گیا..... مجھے چینی دے دے۔"

امجد کو جب کہیں سے نشہ نہیں ملتا تھا گھر میں رکھے کھانسی، زکام کے سیرپ چڑھا جاتا تھا، کل بھی چڑھا گیا یہ سوچے بغیر بلقیس کی کتنی اہم دوائی ہے۔ سنتے ہی دھانی آنکھوں میں غضب ناکی جھلکی بدن کی ساری رگیں تن گئیں، ماں کی حالت دیکھ کر اس کا بس نہیں چل رہا تھا امجد کو آج قتل ہی کر دے۔

"بھی تو کہہ رہی ہے چینی دے دے۔" غصے سے کانپتے جبڑے رگڑتے ہوئے بولی تھی۔

"اس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر دے دے۔ غصہ نا کھا۔" بلقیس منمنائی۔

نمکین ہوتے جبڑے جما کر اس نے پوری قوت سے بوتل دیوار پر ماری، اور بلقیس کی پٹی سے لگ کر پھپک پھپک کر رونے لگی۔

"ابا تو مر کیوں نہیں جاتا، روز کتنے لوگ مرتے ہیں۔ کوئی بددعا، کوئی دوا اس پر اثر کیوں نہیں کرتی۔ اماں وہ مرتا کیوں نہیں۔"

چارپائی کی پٹی پر سر مار مار کر وہ روئے گئی۔ بہت سا کھانس لینے کے بعد بلقیس کی کھانسی کو آرام آ ہی گیا تھا وہ اس کا سر آہستہ آہستہ تھپکتی رہی۔

"تو کیوں رو رہی ہے پاگل! چل اٹھ شاباش۔"

پھر سے کھانسی اٹھنے لگی، آنسوں سے تر چہرہ اوپر کو اٹھا، وہ اٹھ کر چمچ میں چینی لے آئی اور بلقیس کی ہتھیلی پر رکھی، ہتھیلی منہ کی جانب پھانکتے ہوئے وہ نقاہت سے بولی۔

"ابھی تو میں زندہ ہوں، کیوں روتی ہے تو۔"

اپنے رونے کا کون کون سا سبب بیمار ماں کو بتاتی چارپائی پر بیٹھی اور اس کے ساتھ لپٹ کر لیٹ گئی اس کی وہ ساری رات اللہ سے شکوے شکایتیں کرتے گزری تھی، ان ہی شکایتوں میں مس ثمینہ کی آواز تواتر سے آتی رہی۔

"بے وقوف، اللہ ہمارا مالک ہے، مالک سے شکوے شکایتیں نہیں چلتیں۔" اور وہ ہمیشہ کی طرح ا کر بولی۔

"مالک ہی کہتا ہے اس کا دل ستر ماؤں سے زیادہ نرم ہے، ماں سے تو بچے شکوے بھی کرتے ہیں شکایتیں بھی۔ ضد کر کے، اپنی بات پوری کروا ہی لیتے ہیں، پھر میں کیوں نا اپنے مسئلے اسے بتاؤں۔"

"اس سے مدد مانگ، جیسے ماں کی گود مانگتے ہیں۔ وہ عالم غیب ہے، مسئلے نا بتا، اسے پہلے ہی پتا ہیں۔"

☆☆☆

رات کے اس پہر مس ثمینہ کی آواز صبح کی نرم ہوا جیسی لگی تھی، صبح ہوتے ہی کاموں سے فارغ ہو کر ان کی طرف چلی گئی مس ثمینہ بے اولاد مگر ممتا سے بھری خاتون تھیں، منیبہ کیا محلے کا کوئی بھی شخص دل ہلکا کرنے کو انہیں ڈھونڈتا تھا، ان کے گھر کا پرسکون، صاف ستھرا ماحول دل میں طمانیت بھر دیتا، وہ بھی اس طمانیت کو ڈھونڈتی ان کے پاس جا کر اپنا دل ہلکا کر آتی۔ اسکول تک انہوں نے ہی منیبہ کو پڑھایا تھا اپنے ساتھ لے جاتیں اپنے ساتھ لے آتیں، دسویں اچھے نمبروں سے پاس ہوئی، ان ہی کے اصرار پر بلقیس اُسے آگے پڑھانے پر راضی ہوئی تھی۔ فیس کاپی کتاب کا خرچ انہوں نے اپنے ذمے لیا اور اس کا داخلہ کروا دیا۔ انٹر کالج اسکول سے کچھ فاصلے پر تھا، اسکول سے آگے اسکول کی ماسی کی ڈیوٹی لگا دی تھی اسے کالج تک لے جانے لانے کے عوض مس ثمینہ اسے چپکے سے کچھ دے دیتیں۔ ماسی لانچ میں پہلے ہی اسکول کے گیٹ پر کھڑی انتظار میں ہوتی، مشکل سے سہی مگر یوں منیبہ کا ایف اے قدرے بہتر

گھروں میں ہو گیا تھا۔

ڈیوڑی کا فیروزی پھولوں والا پردہ ہٹتے ہی سرخ اینٹوں سے بنا چھوٹا سا مستطیل صحن تھا، جس کے ایک کونے میں نیم کے درخت کے نیچے کھرا بنا کر چھوٹی سی بیٹھک بنی رکھی تھی، ساتھ ہی دیوار میں لگی پھٹی کے نیچے پانی کی سبز موٹر نصب تھی۔ پھٹی پر سرخ صابن، مسواک، جھاڑاں، نہانے کی جالی، تیل کی بوتل رکھی تھی۔ دوسری جانب سمینٹ کا چبوترا بنا کر مٹی کے تیل کا چولہا رکھا ہوا تھا۔ شوکیس کے ساتھ دیگر برتن رکھ کر باورچی خانے کی شکل دی گئی تھی۔ سامنے برآمدے میں ٹیوشن کے لیے آئے آٹھ دس بچے چٹائی پر بیٹھے مل کر سبق یاد کر رہے تھے۔ تیل کے چولہے کے آگے مس ثمینہ بیٹھیں کچھ بنانے میں مصروف تھیں، اسے اندر داخل ہوتا دیکھ کر مسکرائیں سلام کا جواب سر ہاتھ پھیر کر دیا تھا۔

"خیریت سے آئیں؟"

"جہاں ابا ہو وہاں خیریت ہو سکتی ہے بھلا؟" اس کے زخمی لہجے پر ان کا دل بھر آیا، مگر ہنس کر ٹال

"جیسے اولاد اللہ کی طرف سے آزمائش ہے بعض اوقات ماں باپ بھی بن جاتے ہیں۔ آزمائشوں میں ہمت سے کام لیا جاتا ہے، بے ہمتی سے نہیں۔"

"لیکن مس میرا باپ آزمائش نہیں، سزا ہے۔"

وہ مایوسی سے کہتے چوکی کھینچ کر ان کے پاس بیٹھ گئی "میری ماں کے، میرے ناکردہ گناہ کی سزا۔ سمجھ میں نہیں آتا اس سزا سے کیسے چھٹکارا پائیں۔ کوئی دعا۔ کوئی اسم، کوئی وظیفہ، جادو، ٹونہ کچھ تو ہو جو اس بے حس پر اثر کرے۔" وہ روندھی آواز میں سارا قصہ سنا کر ان کا چہرا تکنے لگی، مس ثمینہ کے پاس اطمینان ہنکارا تھا، کچھ سوچ کر نرمی سے بولی تھیں۔

"امجد ان لوگوں سے ہے منیبہ، جو کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتے، جن کے دلوں پر قفل پڑ جاتے ہیں۔ جب پتا ہے ایک چیز ٹھیک نہیں ہو سکتی، تو ضروری ہے ہر چیز ٹھیک کرنے میں گھسا دو۔"

"تو کیا کریں، کہاں جائیں ہم ماں بیٹی۔ اماں کی طبیعت دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ کھانسی میں فرق کیسے پڑے دوا تک نہیں چھوڑتا۔"

"ہک ہا۔" مس نے گہری سانس لی۔ "چلو یہاں سے اٹھو۔" انہوں نے اسے پیار سے تھپکی دیتے ہوئے کہا اور برآمدے میں ٹیوشن کے لیے آئے بچوں کی جانب اشارہ کیا۔ "چائے بنا رہی ہوں وہاں بیٹھ کر آرام سے پیتے ہیں۔"

"آپ چائیں میں لاتی ہوں۔" منیبہ شکل صورت کی ہی نہیں دل کی بھی خوب صورت تھی۔ مس کو بھیج کر پھیلے دو چار برتن دھوئے، چائے کپوں میں انڈیلی، لا کر چھوٹی سی تپائی پر رکھی۔ ٹیوشن کے بچوں کو چھٹی دے کر انہوں نے کارنس پر رکھے بسکٹوں کی جانب اشارہ کیا۔

"وہ اٹھا لاؤ۔" اس نے پیکٹ اٹھا کھول کر سامنے رکھ لیا، کتنا سکون تھا اس گھر میں نیم کے درخت پر پرندوں کی بے فکر چہکار، صاف ستھرا گھر، خاموشی میں موتیوں کی طرح پروئی مس ثمینہ کی آواز، نا مار دھاڑ گالی گلوچ، نا برتن ٹوٹنے کی چھنکار پھٹکار، نہ اماں کی خوف ناک کھانسی، ماحول نے چائے کی لذت کو بڑھا دیا تھا۔

"میرا دل کرتا ہے مس! آپ کے گھر ہی رہ جاؤں۔"

"گھر اپنا ہی نعمت ہوتا ہے پگلی!"

"کیا کریں اس نعمت کا، جو کاٹ کاٹ کھائے۔" مس نے چائے کا گھونٹ بھر کر کپ نیچے رکھا۔

"بلقیس کو شہر لے جاؤ' وہاں ٹی بی کا علاج ہوتا ہے، کب تک کھانسی کے سیرپ پیتی رہے گی۔"

"پیسے؟" یک لفظی جملہ سکتے کی مانند تھا۔ "اماں سے اب کام نہیں ہوتا، مجھے کسی گھر کا کام اٹھانے نہیں دیتی، کہ کہیں سے دو چار پیسے آ جائیں، اگر کوئی دے دے تو ابا چھین کے لے جاتا ہے، ایسے علاج ہو سکتا ہے بھلا؟" لمحے لگے تھے مس کو بولنے میں۔

"تو کچھ اور کیوں نہیں کرتی۔"

"کیا کروں آپ بتا دو۔ ایف اے پاس کو کون

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

فنسٹر لگائے گا۔" اس کا استہزا افسردہ کر دینے کے لیے بہت تھا۔

مگر وہ مس ثمینہ تھیں حل ڈھونڈنے والیں۔

"میں تمہارے پاس کچھ بچوں کو بھیجوں گی، انہیں ٹیوشن پڑھاؤ، اپنی تعلیم بھی جاری کرو۔ اللہ برکت دے گا۔" اس کا تو سنتے ہی ایسے قہقہہ چھٹا جیسے مس نے انتہائی احمقانہ بات کی ہو۔

"میرے پاس....." گلابی ہونٹ دانت سے جکڑ کر بمشکل ہنسی روکتے ہوئے اپنی جانب انگشت سے اشارہ کیا ایک بار پھر ہنسی چھوٹ گئی۔ مس بھنویں جوڑے اسے خفگی سے دیکھتی رہیں۔

"اس میں اتنا ہنسنے کی کیا بات، لطیفہ تھوڑا سنایا ہے۔"

"مس۔" اس نے سر ہلاتے ہنسی قابو کی۔ "یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے، ایک نشئی کی بیٹی کو کوئی سڑک پر راستہ نہ دے۔ اپنے بچے بھیجے گا، وہ بھی پڑھانے کے لیے؟" اس کی گردن مسلسل نفی میں ہل رہی تھی۔

"خود اپنا مذاق اڑاؤ تو دنیا اس سے زیادہ اڑاتی ہے، بے وقوف۔" مس نے کچھ توقف سے کہا۔ "میری طرف آجایا کرو، کل سے سب بچوں کو تم پڑھانا۔"

یہ بات منیبہ کی سمجھ میں آگئی تھی، نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہی تھا

وہ روز تین بجے مس ثمینہ کے آنے لگی، چھوٹے بچوں کو وہ، بڑے بچوں کو مس پڑھا دیتیں، پڑھانا آسان مگر پڑھانے آنا خاصا مشکل تھا کوئی بہت دور نہیں ایک محلہ چھوڑ کر مس کا گھر تھا اور روز وقت مقررہ پر محلے کی چند گلیاں پار کرنی عذاب ہو جاتیں۔ کوئی امجد کا قرض خواہ آنکھوں میں ہوس لیے سامنے آکھڑا ہوتا، کوئی دوست امجد کا پوچھنے کے بہانے اشارے کنارے کرتا، اسے لانے لے جانے کی ذمہ داری بلقیس نے لے لی، یوں وقت میں پھر سے روانی آگئی۔

☆☆☆

جہاز اپنی منزل کی طرف تیزی سے محو پرواز تھا۔ زمین پر ٹمٹماتے تاروں کی بکھری کہکشاں سے اندازہ ہوتا تھا، سمندر کا سیاہ راج ختم ہوا چاہتا ہے، لینڈنگ کے حفاظتی اقدامات کی اناؤنسمنٹ کے کچھ ہی دیر بعد سینے میں سمٹے پہیوں نے زمین کی سطح سے رگڑ کھانی شروع کر دی۔ جہاز کے رکتے ہی سب مسافر ترتیب سے باہر نکلنے لگے تھے، سوائے یلماز کے، اس کے جم کے بیٹھنے کا انداز دیدنی تھا، ایک جہاز میں کم و بیش پانچ چھ ایئر ہوسٹس ہوتی ہیں دو خارجی دروازے پر کھڑی "خدا حافظ" کہہ رہی تھیں کچھ کچن کیبن میں سامان چیک کرتیں اور منیبہ پنجرز رو میں ان کی رہنمائی کرتی، خالی ہوتے جہاز کو دیکھ کر کچن سے برآمد ہوتی شنزا نے تحیر سے کہا تھا۔

"سر آپ؟"

"آپ چلیے میں آتا ہوں۔" اس کے کہتے ہی سیاری ایئر ہوسٹس باہر نکلنے لگیں سب سے پیچھے منیبہ تھی۔ وہ اسی سے مخاطب تھا۔

"آپ نے کہا تھا، آپ سب کو سب بتانے کی پابند ہیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں، آپ کون کمیڈیٹ ہیں؟" تندی کو نرمی میں بدلتے وہ ان واحد میں بولی۔

"پہلی بات میں نے دورانِ پرواز کہی تھی سر! اب ڈیوٹی آورز ختم ہو چکے ہیں سو....." وہ کہہ کر بڑھنے لگی وہ تیزی سے آگے آگیا۔

"بٹ آئی انٹ کمنٹ۔"

"سر! آپ چاہتے ہیں میں یہ جاب چھوڑ دوں تو چھوڑ دوں گی۔ میں دوسری ایئر لائن میں اپلائی کر رہی ہوں۔"

"سوچ لو، ابھی بھی وقت ہے۔"

"سوچ سمجھ کر کہا ہے، سر!" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی تیزی سے بڑھی خارجی دروازے سے سر باہر نکالا۔ نیلے اسکارف کے سرخ، زرد ربن لگے باریک کنارے ہوا سے پھڑ پھڑائے تھے۔ بے ریا چہرے کے ساتھ باہر نکلی تب پیچھے سے آواز آئی تھی۔

"ارے بات سنیے۔ آپ کا چھ سالہ کانٹریکٹ

ہے۔ تین سال رہتے ہیں، آپ ایسا نہیں کر سکتیں۔"

اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا خارجی دروازے سے جڑی لابی میں قدم رکھتے ہوئے وہ پھیکا سا مسکرائی اور تیز تیز لابی پار کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

جاتی گرمیوں کا عام سا دن تھا صبح سے ہوا بند اور گہرے بادلوں کی موٹی تہ کی پھیلائی گھٹن اوپر سے واپڈا کی مہربانی سے لائٹ بہت دیر سے بند تھی، گرمی سے گھبرائے بچوں کو پڑھا کر وہ جلد فارغ ہو گئی۔ بلقیس کے آنے میں کچھ دیر تھی، اسکول سے بچوں کی کاپیوں کا ڈھیر لائی مس ثمینہ ایک ایک کاپی کو بہت دھیان سے چیک کر رہی تھیں، اس نے فارغ بیٹھ کر اونگھنے کے بجائے کاپیاں دیکھنی شروع کر دیں۔ ایک بچے کی کاپی پر اخبار کا نیا کور تھا اس پر نظر دوڑاتے ایک اشتہار نے ساری توجہ کھینچ لی۔ انٹرنیشنل ایئر لائن یلمی کی جانب سے ایئر ہوسٹس کی ضرورت تھی، انگریزی میں چھپے اس اشتہار کو اس نے کئی بار غور سے پڑھا۔

"کیا پڑھ رہی ہو؟" مس نے عینک کے اوپر سے دیکھا تھا اس نے کاپی ان کے سامنے کر دی۔

"کیا خیال ہے مس! میں اپلائی کروں؟ کوالیفکیشن ایف اے مانگی ہے۔"

"بہت مشکل جاب ہے یہ۔ ہوس میں بھیگی نگاہیں کھا جاتی ہیں انہیں۔"

"کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔ میں تو پلی ہی ہوس بھری نگاہوں میں ہوں۔ بھلا ختم ہوئی ہوں اب تک؟"

سیلری پیکیج بہت پرکشش تھا بظاہر وہ ساری ایمانڈ پر اتر رہی تھی ایک انگریزی زبان کا مسئلہ تھا، تھوڑی کوشش سے حل ہو سکتا تھا، قسمت بار بار کب دستک دیتی ہے مس کو قائل کر کے اس نے ساری تفصیل اتاری۔ مشکل آن لائن فارم نکلوانے کی تھی، مس کی منتیں کیں اور انہوں نے کسی اسٹوڈنٹ سے نکلوا دینے کا کہا تھا۔

وقت تھا جو گزر نہیں رہا تھا کس طرح یہ خبر اماں کو سنائے، آج ہی ٹیسٹ، انٹرویو دے اور سلیکٹ ہو جائے، تنخواہ ملے سارے مسئلے ختم ہو جائیں اور بلقیس تھی، جو آج آکر ہی نا دے رہی تھی، بہت دیر انتظار کے بعد اس نے کاغذ تہ لگا کر مٹھی میں دبایا، خود ہی گھر کے لیے نکلی، پرسکون زندگی کے خواب، امید، رنگ کسی شبنم کی طرح اس کی بند مٹھی بھگو رہے تھے۔ اپنی گلی کا کونا مڑا ہی تھا گھر کے کھلے دروازے سے عورتوں کو اندر باہر آتے جاتے دیکھ کر کسی انہونی نے بھیگی شبنم کو اوس کی طرح گرا دیا۔ دھڑکن کی تیزی کے ساتھ قدم خود بخود گھر کی جانب اٹھے تھے ان چند قدموں میں صبح کا سارا منظر سامنے تھا۔

آدھی رات کو گھر آئے امجد کے ساتھ کانوں کی بالیاں بھی غائب تھیں چادر چارپائی ہر چیز جھاڑی جب امجد کی خالی چارپائی کو دیکھا بلقیس تنفر سے بولی تھی۔

"تیرا کچھ نا رہے امجد! تجھے بچنی نصیب نا ہوں۔ میں اپنی دوائی نہ لائی کہ بچی کے کان ڈھکوں گی، تو نے سونی کی اتار لیں۔"

"اماں! میرے کان نہ ڈھک، سر ڈھک۔ مجھے ڈھکنے کے لیے تیری ضرورت ہے۔"

روتے ہوئے کھانستی ماں کی پشت سہلائی، ناشتا کروایا مگر صدمے سے بار بار شدید کھانسی اٹھتی رہی تھی، عورتوں کو دیکھ کر دھواں دھار کھانسی نے کان کے پردے ہلا دیے ان چند پل میں ہزار دعائیں مانگی تھیں۔

"اماں ٹھیک ہو۔ صبح سے بہت کھانس رہی تھی، پہلی تنخواہ سے اماں کا علاج کرواؤں گی، اپنے ساتھ رکھوں گی۔ ابا کی مار سے تو جان چھٹے گی۔ ہاں ابا سے جان چھٹ جائے بس، اللہ کسی طرح چھٹ جائے۔" دہلیز پار کرتے ہی نگاہ جم سی گی۔

"ابا سے جان چھٹ جائے۔ ابا سے جان چھٹ جائے۔" بنا زبان ہلائے کوئی اندر کہتا رہا تھا۔ اور واقعی بلقیس کی جان امجد سے چھٹ گئی تھی۔

☆☆☆

لابی میں چلتے چلتے اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

پانی کی چھوٹی سی بوتل نکال کر پانی پیا، بوتل واپس رکھ کر زپ بند کردی، باقی تمام ائیر ہوسٹس کی نسبت اس کا سامان نا ہونے کے برابر ہوتا تھا، صرف گنتی کے سوٹ رکھ کر ٹرالی بیگ بک کروادیا تھا۔ ہینڈ بیگ میں صرف میک اپ، موبائل، پانی ہی ہوتا تھا، آج شارجہ میں ایچ او نے ایک پاؤچ امانتاً دیا تھا، جو ان کے پوتے کا گفٹ تھا اور جاننے والے نے ویٹنگ لاؤنج میں رسیو کرنا تھا۔ کولیگز آپس میں اکثر ہی کسی کی چیز لاتے لے جاتے تھے کوئی نئی بات نہیں تھی، لابی کے اختتام پر مسافر ضروری کاروائی کے بعد ویٹنگ لاؤنج کی جانب بڑھ رہے تھے، سب کے عملے کے افراد لابی کے اختتام پر مخالف جانب مڑتے رابطی برآمدوں کی سمت جاتے ہیں سو چل دیئے، منیبہ نے چلتے ہوئے گھڑی پر وقت دیکھا تھا۔ پاؤچ رسیو کرنے والے شخص کے آنے میں دیر تھی وہ بھی سب کے پیچھے برآمدوں کی جانب بڑھنے لگی، تب کسٹم کاونٹر سے ایک آفیسر اس کے پیچھے آیا۔

"آر یو مس منیبہ؟" اس نے گردن پھیر کر دیکھا۔

گلے میں لٹکتا ائیر ہوسٹس کارڈ پر درج نام منیبہ پڑھ کر اس نے اسے اپنے پیچھے آنے کا کہا تھا، وہ لمحہ بھر الجھی تھی، مگر یہ معمول تھا عملے کو ایک دوسرے سے کام پڑتا رہتا تھا شنزا اور سارہ نے دور سے اسے کسٹم کاونٹر کی جانب بڑھتے دیکھا پھر "کوئی کام ہوگا" سوچ کر آگے بڑھ گئیں۔

ائیر پورٹ پر جس طرح لینے چھوڑنے والے بوکھلائی شکلوں کے ساتھ پھر رہے ہوتے ہیں اس کے برعکس عملے کی چال ڈھال ایسے ہوتی ہے جیسے ان کا اپنا گھر ہو، منیبہ بھی معمول کا تاثر لیے اس کے پیچھے کاونٹر کے ساتھ بنے المونیم کے دروازے تک آئی، اس دروازے کے پیچھے انویسٹی گیشن روم تھا، آفیسر نے اس کے کونے میں لگی چھوٹی سی چمکتی اسکرین پر درج کچھ ہندسے ٹچ کیے، دروازہ درمیان سے کھل کر دیوار میں گھس گیا۔

"کم ان۔" آفیسر نے کہا تو منیبہ نے دونوں ہونٹ آپس میں ملاتے ہوئے تعجب سے اسے دیکھا پھر اندر قدم بڑھا دیے۔

تب ہی وہاں سے گزرتے یلماز کی نگاہ اس کی پشت پر گئی، آنکھوں میں گہرا تاثر ابھرا، کان کھجاتے اپنا رخ ادھر ہی موڑا۔ بے شک ائیر پورٹ اس کی ذاتی ملکیت نہیں تھا لیکن ایک نامور ائیر لائن کے مالکان سے ہونے پر اسے اتنے تحفظات تھے، وہ اپنی ائیر ہوسٹس پر ہونے والی تفتیش کے ابتدائی مراحل میں مدخل ہو سکے، کاونٹر پر کھڑے آفیسر کو اپنا وزٹنگ کارڈ چیک کروا کر اندر جانے کی اجازت لی۔

☆☆☆

چھوٹے سے صحن کے بیچ و بیچ چارپائی بچھی تھی، چند عورتوں کے گھیرے میں اماں بیٹھی بین ڈال رہی تھی، منیبہ کے پاؤں زمین سے چپکے تھے، منہ قدرے کھلا۔ آنکھیں پتھرائی وہ پاؤں گھسیٹتے تھکے مسافر کی طرح چلتی آگے بڑھی چارپائی پر امجد کا بے جان وجود اکڑا پڑا تھا، دکھی دل سے نکلی دعا یا بددعا پل نہیں لگتا قبول ہونے میں، امجد کو بلقیس کی لگی بددعا قبول ہوگئی۔ گھر سے نکلتے ہی ایک سگریٹ کے پیچھے امجد کا اپنے دوست سے جھگڑا ہوگیا، اس نے صرف اسے دھکا دیا تھا کسی گھر کی پکی ٹھڑی سے سر ٹکرایا اور خون کا فوارا ابل پڑا، بدن میں خون کی مقدار نشے نے پہلے ہی جلا رکھی تھی، جو تھوڑا بہت تھا ہسپتال پہنچتے پہنچتے بہہ کر ختم ہوگیا اور اب بلقیس اس ختم وجود پر بیٹھی بین ڈال رہی تھی۔ منیبہ پر نظر جاتے ہی کھانستے ہوئے سینہ پیٹنے لگی۔

"ہائے منیبہ! ہم لٹ گئے برباد ہوگئے۔ ہماری چھت گر گئی۔ بے سائباں ہوگئے۔ ہائے اللہ جی۔" ماں کو یک ٹک دیکھتے وہ دھپ سے گھٹنوں کے بل بیٹھی، سرد لہجے میں ایک جملہ بولی تھی۔

"ہمارے سر پر چھت تھی کب جو گر گئی؟" پھر نگاہیں امجد کی جانب موڑ لیں۔ وہ بین کرے، شکر کرے، خوشی منائے یا ماتم۔ کسی احساس کا جذبہ اس

میں ابھرتا ہی نہ تھا۔ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھے گئی یہاں تک کے مرد اندر آئے چارپائی اٹھا کر لے گئے۔ وہ وہیں بیٹھی سوچتی رہی انٹرویو کی تاریخ کیا ہے کیسے جائے گی اماں تو اب عدت میں باہر نکلنے سے رہی۔

"ابا تو جاتے ہوئے بھی ایک اور پریشانی دے گیا۔"

اس کی چارپائی گھر سے باہر نکلتے آخری سوچ یہی آئی تھی۔ پھر وہ بے تحاشا روئی۔ روتی کھانستی ماں کو دیکھ کر، لوگوں سے خالی ہوتے گھر کو دیکھ کر اور کونے میں باپ کے اترے میلے کپڑے دیکھ دیکھ کر دہری ہوتے ہوئے روئی۔

☆☆☆

وہ اس کے انٹرویو کا روشن سا دن تھا معمولی قیمت کے اچھی تراش خراش سے سلے لباس میں وہ پہلے سے زیادہ پرکشش لگ رہی تھی۔ مس ثمینہ نے خاص طور پر اسے انٹرویو کے طور طریقے سمجھاتے ہوئے مزید کہہ رہی تھیں۔

"درود شریف اور لوحِ قرآنی کا ورد کرکے، مٹھی میں پھونک لینا۔ مٹھی باس کے سامنے ہی کھولنا۔ پھر دیکھ کیسے سلیکٹ نہیں ہوتی۔"

اور جانے کیا کیا سمجھایا۔ البتہ بلقیس کو ایک ہی پریشانی تھی۔

"اتنی دور اکیلی کیسے جائے گی، مولوی سے پوچھ کے میں چلوں ساتھ۔"

"اماں اگر سلیکٹ ہوگئی، تو ملکوں پھروں گی۔ کیا تو ہر جگہ ساتھ ساتھ جائے گی۔" مس نے یہ کہہ کر تسلی کروائی۔

"فکر نہ کر میں رکشے میں بٹھا آتی ہوں، باقی اب یہ بچی تو ہے نہیں، جو رستے بھولے۔ ویسے بھی کچھ پانے کی تڑپ بھول، بھوک سب مٹا دیتی ہے۔"

☆☆☆

کالے جنگلے کے پار کھلے سے احاطے میں نیلے کانچ کے بڑے بڑے دروازوں والی گول، اونچی سی جدید عمارت کھڑی تھی۔ جس کی پارکنگ میں ہر طرز کی گاڑیاں کھڑی چمچما رہی تھیں۔ وہ گیٹ سے کچھ فاصلے پر اتری چوکیدار کو اپنا انٹرویو سیریل دکھا کر اندر داخل ہوگئی۔ بہت سی لڑکیاں انٹرویو کے لیے عمارت کی جانب بڑھ رہی تھیں، ان کا تعلق جس بھی درجے سے تھا مگر ان کے لباس، انداز وقت سے ہم قدم تھے، منیبہ ایسی جگہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی، دل میں کتنی ہی مرعوب اور خوف زدہ ہو مگر اٹھی گردن جمے قدموں سے قطعاً ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

آراستہ ویٹنگ لاؤنج میں نیلی پوشش کی صوفے نما کرسیوں پر ہر لڑکی اپنی فائل پکڑے باری کی منتظر تھی، انٹرویو شروع ہو چکا تھا، جس طرح کی امیدوار لڑکیاں بیٹھی تھیں منیبہ کو اپنے کامیاب ہونے کا ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا، انتظار پھن پھیلائے ڈس رہا تھا، اس کی نظر ویٹنگ لاؤنج سے ملحقہ لابی کی جانب گئی، جہاں دیوار پر کیلی گرافی میں لوحِ قرآنی فریم میں لگی تھی، مس کی بات یاد آتے ہی اپنی فائل کرسی پر رکھ کر اس جانب چلی، سات بار پڑھ کر اپنی مٹھی میں پھونک بند کرلی اور اب مٹھی کو منہ کے ساتھ جوڑے آنکھیں بند کیے ہلکی آواز میں دعا مانگنے لگی۔

"اللہ جی آپ کو تو سب پتا ہے۔ پلیز اللہ جی! بس کسی طرح، کسی بھی طرح میں سلیکٹ ہو جاؤں۔ اللہ جی، اماں کا علاج..... میری ماں کا علاج، اللہ جی!"

بمشکل تیئس چوبیس سالہ قد آور نوجوان ایش کلر کا قیمتی پینٹ کوٹ، اٹلین سول بوٹ، مہنگے ہیر کٹ کو جل سے اٹھائے، لابی کے دوسرے سرے سے تیز چلتا آرہا تھا، اس کا سر جھکا ہوا تھا، ہاتھ میں کوئی گھڑی چمک رہی تھی دیکھنے میں لگتا تھا وہ چلتے ہوئے گھڑی کا ٹائم سیٹ کر رہا ہے، وہ جیسے ہی منیبہ کے پاس سے گزرا، اس کی بڑبڑاہٹ پر واپس دو قدم مڑا، رکا، کان لگا کر سننے لگا، گرد و پیش سے لاتعلق وجد اس کے لیے اچنبھا کا باعث تھا، عین اسی وقت اس کی دعا ختم ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ مڑی اس کی کہنی اس کی گھڑی پر

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

جاگی۔

''چھن.....'' گھڑی کے گرنے کی نازک سی آواز پر یلماز کی بڑی بڑی آنکھیں تحیر سے ناقابلِ یقین حد تک پھیل گئی تھیں۔ وہ ایک نظر اپنی قیمتی ترین گھڑی کا ٹوٹا شیشہ اور ایک نظر منیبہ کو دیکھ رہا تھا وہ کھا جانے کے انداز سے بولا۔

''یہ..... یہ..... یہ کیا' کیا تم نے۔''

''میں نے کیا' کیا ہے؟'' اس کی شخصیت و قیمتی لباس کو یکسر نظر انداز کرتی وہ اسی کے انداز میں بگڑ کر بولی تھی۔ ''نظر نہیں آرہا تھا میں کھڑی ہوں، جڑ کر کیوں چل رہے تھے۔'' غصے سے کہتے اس کی مٹھی کھل گئی۔ کتنی دیر لگا کر اس نے آیت پڑھی، دعا مانگی، باس کے سامنے کھولنے والی مٹھی اس جاہل کی وجہ سے کھل گئی۔ اس کا جی چاہا رکھ کے ایک لگائے اس کے منہ پر۔ تندی سے اسے دیکھتے چبا کے بولی تھی۔

''میری مٹھی بھی کھلوادی۔ خبیث۔''

''خبیث کسے کہا ہے؟''

''تمہیں۔'' یلماز کو خود کو کنٹرول کرنے میں دقت محسوس ہوئی۔

''تمہاری مٹھی میں خزانہ تھا؟''

''تمہاری گھڑی میں ہیرے جڑے تھے؟'' اس کا تو باتو لہجہ اسے دہکا گیا، شدت غصہ سے آنکھیں سکیڑتے ہوئے گمبھیر آواز نکلی تھی۔

''قیمت جانتی ہو اس کی۔ کروڑوں ڈالرز۔ یو نو، کبھی دیکھے ہیں۔''

''اوہ!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''اس بلڈنگ کا نشہ تو نہیں چڑھ گیا۔ کروڑوں ڈالرز!''

اس کا خیال تھا جس طرح قیمتی کپڑے چڑھائے گٹ پٹ بہت سی لڑکیاں یہاں نوکری کے لیے آئی ہیں یقیناً یہ بھی ان جیسا بھیس بدلا ہوگا۔ پائلٹ یا ہوسکتا ہے سوئپر کے لیے ہی انٹرویو دینے آیا ہو۔ یہ کون اسے بتاتا ملک کے وفاقی وزیر پیٹرولیم اور یلمی ایئر لائنز کے مالکان کا چھوٹا سپوت ہے جسے وہ معمولی جانتے ہوئے گردن استہزائیہ جھٹک کر جانے لگی، اس نے منیبہ کی کلائی سختی سے پکڑ کر قریب کرتے کٹیلی آواز میں کہا تھا۔

''میں چھوڑوں گا نہیں تمہیں۔''

''پکڑ کر دکھاؤ۔ ہونہہ بڑا آیا..... کروڑوں۔'' ایک جھٹکے سے کہنی چھوڑوائی یہ جا وہ جا۔ اس کی جرأت پر یلماز کی آنکھیں پھٹ پڑیں۔

☆☆☆

منیبہ امجد باری آنے پر اعتماد سے چلتی اندر کمرے میں داخل ہوئی تھی، اس کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا جب انٹرویو پینل بورڈ کی پاور سیٹ کے برابر والی کرسی پر وہ ایستادہ تھا۔ منیبہ کو اس نے چبھتی نگاہ سے دیکھا تھا وہ خاصی الجھی ضرور تھی مگر ظاہر ہونے نہیں دیا اعتماد سے چلتی دھڑکتے دل اور اس دعا کے ساتھ۔

''اے اللہ اسے آج کے لیے گونگا کر دے۔'' امیدوار کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''منیبہ امجد ہیں آپ؟'' پاور سیٹ پر اُس کا بڑا بھائی بیٹھا تھا ادھر سے سوال آیا اس نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''جی۔''

''آپ جاب کیوں کرنا چاہتی ہیں، شوق یا فائنشل اسپورٹ؟'' پاور سیٹ کے دوسرے سوال پر یلماز نے لقمہ لگایا تھا۔

''یا قرض سے نجات؟''

اس کے بے تکے سوال پر بھائی نے نرم سرزنش سے گھر کا۔

''فائنشل اسپورٹ۔'' منیبہ نے اسے یکسر نظر انداز کر دیا۔

''خاصی مشکل جاب ہے یہ۔ آپ کی فٹنس، بیوٹی، لب ولہجہ، ہر ہر چیز آن ڈیوٹی مکمل چاہیے۔ طبعی یا حادثاتی کسی بھی صورت میں منتشر تاثر نہیں چلتا۔'' وہ لب پھیلائے پاور سیٹ والے کی بات سنتی رہی۔

''راستے کی تھکاوٹ، پسنجرز کا رویہ، جائز ڈیمانڈ۔'' وہ ابھی کہہ ہی رہے تھے کے یلماز نے پھر لقمہ دیا۔

''ادھار یا نقصان..... سب پورا کرنا ہوگا۔'' پاور سیٹ سے اسے ایک بار پھر متنبہ کیا گیا اور منیبہ نے سر ہلایا۔

''میں سب کروں گی سر!''

''دیٹس گڈ..... پہلے نقصان۔''

ٹیبل کی سطح پر دونوں ہاتھ جما کر یلماز خاصا آگے کو جھکتے جتا کر بولا۔ اب کے پاور سیٹ پر بیٹھے بڑے بھائی نے کرختگی سے گھر کا تھا۔ خوب صورت لڑکیوں کو دیکھ کر اس کی شوخ فطرت سے بھائی خوب واقف تھا اور عموماً ایئر ہوسٹس کے انٹرویو میں اسے دور رکھا جاتا تھا لیکن آج ٹوٹی گھڑی زمین سے اٹھاتے ہوئے منیبہ کو امیدواران کی لائن میں دیکھ کر وہ بن بلائے پینل میں آبیٹھا۔

''اب دیکھتا ہوں کیسے نقصان پورا نہیں کرتی۔''

اس کے آنے پر بھائی نے بھی منع نہیں کیا مگر یوں لقمہ کاری پر اب جو تند تنبیہہ کی گئی وہ سنبھل کر پیچھے ہوا اور سیٹ سے کمر جوڑ کر بیٹھ گیا۔ باقی پینل سے دو چار اور سوال کیے گے وہ اسے بوکھلانے کے لیے مسلسل گھورتا رہا مگر وہ اعتماد سے جواب دیتی رہی۔

اس کا انٹرویو ہو چکا تھا۔ پینل سے ایک شخص نے کمپیوٹر پرنٹ کی ایک سلیپ اس کی جانب بڑھائی۔ جس میں اس کی فٹنس ٹیسٹ کی جگہ کی تفصیل اور تاریخ درج تھی۔

☆☆☆

اسے یہ ایک خوب صورت شام لگی جب مس ثمینہ مٹھائی کا ڈبا لے کر خود اس کی طرف آئیں، جس اسٹوڈنٹ کے ذمہ انہوں نے ٹیٹ سے رزلٹ کی معلومات لگا رکھی تھیں۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی بتا کر گیا تھا۔ ''لسٹ میں منیبہ باجی کا نام سب سے پہلے ہے۔'' منیبہ نے لسٹ کے پرنٹ کو کوئی پانچویں بار دیکھا تھا، فٹنس، بیوٹی، ہائٹ، ایج، ویٹ سب میں وہ پرفیکٹ تھی، پانچ دن بعد اسے چار ماہ کی ٹریننگ پر جانا تھا۔ شدت جذبات کو قابو کرتے ہونٹ اندر کی جانب بھینچے اور زور سے مس کے گلے لگ گئی چہرے کی لالی نمی میں گھل گئی بیس اور کس کمینہ نے اسے بہت سی دعاؤں اور نصیحتوں میں رخصت کیا تھا۔

اس کی ٹریننگ بہت نیا تجربہ تھا، لنگویج، نرسنگ اور ہوسٹنگ کے کورسز کے ساتھ جسمانی تاثرات کے ایسے انداز سکھائے گئے اکثر لڑکیاں تو بوکھلا کر چھوڑ گئی تھیں، لیکن منیبہ نے خود کو بے جان پتھر تصور کر لیا تھا جو ٹھڈا مارنے والے کو درد کا احساس بھی ضرور چھڑواتے ہیں۔ یلماز نے خود ٹریننگ سنٹر کے کئی چکر لگائے۔ ہر چکر میں وہ اس سے گھڑی کا تقاضا کرتا، دھمکیاں دیتا۔

''کب دو گی۔''

''کبھی بھی نہیں۔'' پوری ڈھٹائی سے کہا گیا۔

''کیا مطلب؟'' گھور کر پوچھا گیا۔

''مطلب صاف ہے سر! میں نے نہیں کہا تھا مجھ سے جڑ کر گھڑی ٹھیک کریں۔'' کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

''مجھے بھی نہیں پتا تھا تم اندھا بیل بن کر ٹکر مارو گی۔''

''مجھے جاب چاہیے تھی۔''

''جاب مل گئی اور اب مجھے ٹائم چاہیے۔'' وہ روزانہ کی بنیادوں پر اس کی ایسی باتوں سے تنگ آچکی تھی۔

وہ گھڑی بھی تو کوئی عام لاکھ دو لاکھ کی گھڑی نہیں تھی، ناسا سے خریدی گئی گھڑی تھی جس میں شہاب لگے تھے۔ یلماز کا بی ایس مکمل ہونے پر دادا نے گفٹ کی تھی، اس نے دادا سے چھپ کر گھڑی ناسا ٹھیک ہونے بھجوا تو دی تھی مگر منیبہ کو تنگ کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

☆☆☆

یہ یلمی کی آفیشل بلڈنگ کی بات تھی، منیبہ کو باقاعدہ فلائٹس جوائن کیے کئی ماہ ہو گئے تھے، اس دن عملے سے میٹنگ کے بعد لنچ کا اہتمام تھا، ڈائننگ روم کے باہر لگے واش بیسن پر وہ ہاتھ دھو رہی تھی، جب اس کی نگاہ تیز چلنے کے دوران یلماز کے ملتے بازو پر گئی۔ وہ اپنے بھائی کے آفس سے نکل کر کانیکٹ روم

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

کی جانب بڑھ رہا تھا، منیبہ کی جانب اس کی پشت تھی، وہ ہاتھ ڈرائیور ٹپ کے نیچے کیے بنا تیزی سے اس کی جانب بھاگی اور گیلے ہاتھوں سے اس کی آستین پکڑ کر بولی۔

"سر! ٹائم کیا ہوا ہے؟"

اس نے گردن پھیرتے ناگواری سے اس کے گیلے ہاتھ محسوس کیے، انگشت سے ہاتھ پیچھے کرنے کو کہا تھا اس نے فوراً ہاتھ سمیٹ لیے۔

اور وہ سمجھ گیا کہ وہ گھڑی دیکھ چکی ہے، اسے اندازہ نہیں تھا وہ آج یہاں ہوگی اور اتنی چالاک اور بولڈ بھی کہ اپنے باس کے بیٹے سے تفتیش بھی کر لے گی، بھوری آنکھیں سمیٹتے ہوئے اس نے وثوق سے جھوٹ گھڑا تھا۔

"آنکھیں کھول کر دیکھو۔ یہ وہ نہیں، میرے بھائی کی ہے۔ اس میں میٹرائٹ (شہابیے) لگے تھے۔"

اس نے یہ لفظ میٹرائٹ پہلی بار سنا تھا، اس کی جانے بلا میٹرائٹ لگا ہے یا بجری اور پھر جس کلاس سے وہ تھا میٹرائٹ کیا پوری دنیا اٹھا کے اس گھڑی میں رکھ لے تو کم۔ اس کی کون سا خون پسینے کی کمائی تھی اباوزیر، بھائی ایئر لائن کا مالک یعنی کے ٹھگ کے ٹھگ۔ اور منیبہ نے کون سا غور سے دیکھی تھی، کیا بلا تھی وہ، اگر دیکھ بھی لیتی تب بھی فرق پتا نا چلتا، یہ اندازہ یلماز کو بھی تھا، تبھی جتا جتا کر بولا اور منیبہ نے تجاہل عارفانہ سے کندھے اچکائے۔

"سوری سر! مجھے علم نہیں تھا آپ دوسروں کے ٹائم سے بندھے ہیں۔"

کہہ کر اس کے چلے جانے پر وہ تلملا گیا، جی چاہا ابھی کہ ابھی اسے نوکری سے فارغ کروا دے، مگر پھر اس دل کا کیا کرے جو اسے تنگ کرنے کا عجب سا لطف اٹھاتا ہے، اُس دن کے بعد سے اُس نے وہ گھڑی پہنی نہیں بلکہ لاکر میں رکھ دی تا کہ اسے جتاتا رہے، ان تین سالوں میں منیبہ کو بھی اس کے ایسے جملوں کی عادت ہوگئی تھی، اسی کے انداز میں جواب دے کر آرام سے سامنے سے ہٹ جاتی۔

☆☆☆

المونیم کے دروازے کے اندر دس پندرہ گز جتنی لابی نما راہداری سی تھی، جس کے اختتام پر نیلے چمڑے کی چار چار انچ چوڑی پٹیوں کو لٹکا کر پردہ بنا رکھا تھا۔ آفیسر پٹیاں ہاتھ سے ہٹاتا اسے اندر کمرے میں لے گیا۔ وہاں کئی میزیں لگی تھیں، جن پر بہت سے ڈبے رکھے تھے کچھ کھلے جن سے چیزیں جھانک رہی تھیں، کچھ سیل بند۔ پاس ہی تین چار جدید میٹل ڈیٹکٹر پڑے تھے۔ اس نے میز کے پیچھے جاتے ہوئے منیبہ کے بیگ کی جانب ہاتھ بڑھاتے کرختگی سے کہا تھا۔

"اِدھر دیں یہ۔" بیگ پکڑاتے منیبہ کی آنکھوں میں تحیر ابھر کر معدوم ہوا۔ اس نے زپ کھولی اور سفید لیدر پاؤچ باہر نکال کر بے دردی سے بلیڈ سے کاٹا، اور ٹیبل پر الٹ دیا، اس شخص سے زیادہ منیبہ حیران ہوگئی تھی، اس نے تو جوں کا توں بیگ میں رکھ دیا تھا دیکھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی، اور اب یہ.....!

چھوٹے چھوٹے کچھ ٹکڑے ٹیبل پر چمک رہے تھے۔

"کیا ہے یہ سب۔"

وہ پہلے سے زیادہ کرختگی سے بولا تب تک یلماز اندر داخل ہو چکا تھا، اس کی بھی آنکھیں ناقابلِ یقین حد پھٹی تھیں، آفیسر اسے جانتا تھا تب ہی اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"دیکھیں یہ آپ کی ایئر ہوسٹس کیا اسمگل کر رہی ہے۔" میز پر پڑے میٹرائٹ دیکھتے ہی یلماز متحیر سا چہرا لیے سوچ سوچ کر قدم بڑھاتا آگے آیا منیبہ نے بھی گردن موڑ کر عقب میں اسے دیکھا، قدرے حوصلہ ہوا۔

"سر..... سر! یہ میرا نہیں ہے..... میں سچ کہہ رہی ہوں۔" وہ بیک وقت دونوں سے مخاطب تھی۔ آفیسر جھڑکنے کے انداز میں بولا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں، یہ آپ کے بیگ سے

نہیں نکلے؟"

"آرام سے بات کریں۔" یلماز کے آفیسر کو ٹوکنے پر اسے مزید حوصلہ ہوا تھا۔ وہ اب اس سے مخاطب ہوا۔

"مس منیبہ! یہ سب کیا ہے؟"

آئی سوئیر سر! یہ میرا نہیں ہے، مجھے مخدوم صاحب نے دیا تھا۔ ان کے کسی ملنے والے نے یہ لینے آنا ہے، پوتے کا گفٹ بتایا تھا۔" وہ جلد جلد بول رہی تھی۔

"آپ نے دیکھا تو ہوگا۔"

نہیں سر! میں نے نہیں دیکھا۔ جلدی میں تھی، غلطی ہوگئی۔" بھنویں اچکائے بھوری آنکھیں اس کی دھانی آنکھوں میں جمی تھیں، وہ منمنائی۔

"آپ انہیں کال کر لیں سر! وہ بتا دیں گے۔" آفیسر بات کاٹ کر بولا تھا۔

"پکڑے جانے پر سب ایسے ہی شور ڈالتی ہیں۔ ابھی میں....." اسے مزید کچھ کہنے سے یلماز نے ہاتھ اٹھا کر روکا اور اسپیکر آن کرتے ہوئے مخدوم صاحب کو کال ملائی۔ کال دوسری بیل پر ریسیو ہوئی تھی۔

"مخدوم صاحب! مس منیبہ کو آپ نے کیا دے کر بھیجا ہے۔"

"جی.....!" اسپیکر سے تحیر ابھرا۔ "کیا مطلب یلماز صاحب! میں سمجھا نہیں؟"

"مطلب، جو آپ نے گفٹ بھیجا ہے پوتے کے لیے۔ کتنا بڑا ہے آپ کا پوتا؟"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں یلماز صاحب! کیسا گفٹ..... میں تو آج منیبہ سے ملا ہے نہیں۔ کہاں ہیں وہ۔ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"نو نو..... نو سر! وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔" وہ زور سے چلائی۔

"میں کیوں جھوٹ بولوں گا منیبہ! کب اور کہاں دیا میں نے؟" وہ مسلسل تحیر بھری آواز میں جھوٹ بولتے رہے۔

"کیوں کر رہے ہیں سر! آپ ایسا..... آپ نے لابی میں مجھے پکڑایا تھا۔ یاد کریں سفید پاؤچ میں۔ پلیز سر!" وہ رو دینے کو ہوگئی۔ بار بار آفیسر اور یلماز سے کہہ رہی تھی۔ "میری بات کا اعتبار کریں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ یہ انہوں نے ہی دیا تھا، وہ اب جھوٹ بول رہے ہیں۔" اُدھر وہ مسلسل انکار کر رہے تھے۔

"ہوش میں آئیں منیبہ! میرا نام مت لیں۔ میں تو آج آپ سے ملا تک نہیں اور لابی..... میں سی سی ٹی وی کی ساری فوٹیج ابھی بھجواتا ہوں۔ حد ہوگئی مجھے خواہ مخواہ پھنسا رہی ہیں۔"

بھلا سی سی ٹی وی ملزم خود نکلوائے جسے اپنے جرم کا پتا بھی ہو۔ کیا اُسے یہ نہیں پتا کیمرہ روک کر ریوائنڈ کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ منجھے ہوئے ہاتھ پکڑنے کے لیے اتنی باریکی میں غیر متعلقہ کیوں جائیں۔ آفیسر بار بار اسے پولیس کیس کی دھمکی دے رہا تھا اس کی گھبرائی صورت پر یلماز کو بہت ترس آیا، دل شدت سے دھڑکا اور اسے کرسی پر بیٹھ جانے کا کہا تھا، پریشانی سے اس کا سرخ سفید رنگ پسینے میں ڈوب گیا تھا نارنجی ہونٹ کچلتے بار بار ٹشو سے ماتھا پونچھتی۔

"آپ کو گھڑی واپس کرنے کے لیے یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں تھی میم منیبہ! مجھے بتا دیا ہوتا، میں کبھی نہ مانگتا۔"

اس کی جانب جھکتے ہوئے مدھم سرگوشی پر منیبہ نے چونک کر بھیگی نگاہ سے دیکھا اور نفی میں سر ہلایا تھا۔

"بلیوی سر! میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

روندھی آواز کے ساتھ آنسو بھی ٹپک پڑے۔

"میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ یہ انہیں دے دیں یا باہر پھینک دیں۔ مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔ میری بات کا یقین کریں، میں بے قصور ہوں۔"

"واٹ..... آپ مجھے رشوت دے رہی ہیں۔ ایک جرم کے بعد دوسرا جرم۔" آفیسر ہنوز غصے میں تھا۔ "آپ کو شرم آنی چاہیے۔ ایئر ہوسٹس کے ہینڈ بیگ کی چیکنگ اس لیے نہیں کی جاتی آپ کا حلف

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

Free Download
and
Read Online
From :
PakiBooks.Site
www.PakiBooks.Site

ہوتا ہے ادارے کے ساتھ اور آپ اسی چیز کا ناجائز فائدہ اٹھاتی رہیں۔ اسمنگلنگ کرتے ضمیر ملامت نہیں کیا آپ کا، اگر جہاز کا انجینئر آپ کا بیگ اسکین نا کرتا آپ تو یہ لے کر نکل گئی تھیں۔ بلین کی اسمنگلنگ۔'' وہ منہ پر ہاتھ رکھے پھپک پھپک کر روئی۔

''اب یہ کیس پولیس میں جائے گا۔''

اس کے قطعیت سے کہنے پر منیبہ نے منہ سے ہاتھ ہٹا کر اس کے سامنے جوڑ دیے خوف سے اُس کے پسینے بہہ رہے تھے۔

''پلیز سر! پلیز.....'' اب جڑے ہاتھ یلماز کی جانب کرتے اس کی آواز بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ یلماز نے جڑے ہاتھ نرمی سے پکڑ کر اپنے سامنے سے ہٹائے، کمینے سے دل کو کوئی کچوکا سا لگا اور آفیسر سے بولا تھا۔

''اتنا ظلم مت کریں، ہماری بہت قابل ایمپلائز ہیں یہ۔ اس طرح تو ہماری ریپوٹیشن خراب ہو جائے گی۔ میں بابا سے بات کرتا ہوں۔'' پھر منیبہ کو پاس رکھا پانی کا گلاس تھمایا۔ ''اور پلیز آپ بھی چپ کریں، یہ پئیں۔'' خوف سے وہ لرزنے لگی، گلاس پکڑنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

''دیکھیں میری آپ سے عاجزانہ ریکویسٹ ہے۔'' اس نے آفیسر کو مخل رکھنے کا اشارہ کیا وہ قدرے ٹھنڈا ہوا تھا۔ ''ہماری ایمپلائز کو جانے دیں۔ ہم بیٹھ کر سلوشن نکالتے ہیں اور یہ کون سا بھاگی جا رہی ہیں، یہیں جاب کر رہی ہیں لیکن پلیز کوئی راستہ نکالیں۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے لمحاتی فیصلہ کیا تھا

''صرف آپ کے کہنے پر، وقتی طور پر انہیں جانے دے رہا ہوں۔ آپ جا سکتی ہیں.....'' لمحے میں ہی اس کی آنکھوں میں یلماز کے لیے بہت سا احسان تشکر بن کر ابھرا، جھٹکے سے اٹھی۔ آفیسر کہہ رہا تھا۔

''مگر آپ انڈر آبزرویشن ہیں جب تک تحقیقات ہوں گی۔''

جتنی کرپشن کسٹم آفس میں چلتی ہے شاید سیاست میں بھی نا چلتی ہو۔ اپنے مفاد کے لیے جس طرح خدا بن جاتے ہیں ہر اصول، قانون ضوابط اپنی مرضی سے توڑ موڑ لیتے ہیں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا اگر یہ پکڑنا چاہیں تو منی لانڈرنگ، اسمنگلنگ کسی کی جرأت نہیں بے چاری ایئر ہوسٹس کے ذریعے کروائی جا سکے۔ مگر روکے کون یہ تو صرف اسے پھنسانے کے لیے سب کیا گیا تھا ورنہ تو زبردستی کروایا جاتا ہے۔

وہ سنتے ہی سر ہلاتے ہوئے ایسے باہر کی جانب لپکی جیسے نئی زندگی ملی ہو۔ ان چند لمحوں میں یلماز کی ہمدردی پہلی بار دل پر محبت کی دستک بن کر بجتی محسوس ہوئی تھی، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی، جو شخص اس سے وقت وقت مانگنے کی رٹ لگائے رکھتا ہے، وہ محبت کا وقت بھی تو ہو سکتا ہے، جس میں عزت، احترام، وقار شامل ہو، کمرے سے سلائڈنگ بار والی راہداری تک جاتے دل اس کی محبت سے لبالب بھر گیا تھا اگر آج وہ نہ ہوتا تو یقیناً وہ بری طرح پھنس گئی ہوتی۔ ان چند قدموں میں وہ فیصلہ کر چکی تھی باہر کھڑی ہو کر اس کے نکلنے کا انتظار کرے گی اور اس کی مدد کا بے حد شکریہ ادا کرے گی اور جو گھڑی کا نقصان کیا تھا اس کی بہت بہت معافی مانگے گی، چند پل میں اتنا کچھ سوچتے لفظ بھی ترتیب دے چکی تھی۔ دل کی دھڑکن اس وقت کچھ اور ہی طرز پر بجیں، وہ المونیم ڈور سے باہر نکلنے ہی لگی تھی، جب یاد آیا اندر وہ اپنا بیگ بھول آئی ہے۔ بیگ شاید وہ چھوڑ کر چلی جاتی، مگر اس میں ایک ان ہیلر تھا، جو بلقیس کے لیے شارجہ سے خاصا مہنگا خریدا تھا، اس کی خوبی یہ تھی بغیر زور کے دبائے صرف ٹچ کرنے پر دب کر ان ہیل کر دیتا تھا، ان تین سالوں میں اس نے اپنی زیادہ تر کمائی بلقیس کے علاج پر لگائی تھی، کمپنی کی جانب سے اچھا فلیٹ مل جانے پر پرانے گھر کو تالا لگا دیا اور کل وقتی ملازمہ بلقیس کے لیے رکھی تھی۔ مہنگے علاج اور دیکھ بھال نے اچھا اثر ڈالا تو تھا مگر پرانی ٹی بی ہونے کے سبب ان ہیلر کی ضرورت پڑتی رہتی، وہ ان ہیلر لینے ڈرتی ڈرتی پیچھے کو پلٹی۔ یلماز کی موجودگی فی الوقت دنیا کا سب سے قیمتی واحد سہارا لگ رہی تھی، چھوٹی سی راہداری

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

دھڑکتے دل سے عبور کرتے وہ ابھی نیلے سلائیڈنگ بار تک پہنچی تھی، جب دو قہقہوں میں یلماز کا قہقہہ بہت اونچا تھا۔

"ہاہاہا..... بس اتنی سی ہوتی ہے عورت..... لمحہ لگا اُسے زیر کرنے میں۔"

سنتے ہی منیبہ کو لگا اس کے بدن کے سارے بال سلاخوں کی طرح کھڑے ہو گئے ہوں۔ "بااعتماد، نڈر، بڑی آئی گردن اٹھا کر چلنے والی۔ کیسے ہاتھ جوڑے آنسو بہاتی یقین دلا رہی تھی۔ یہ اس کے نہیں ہیں۔" کچھ توقف سے بولا۔ "لیکن قسم سے یار! اپنی اس کمینی حرکت پر، دل کو کچھ ہو ضرور رہا ہے۔" اس نے ٹیبل پر رکھے شہابیے ہاتھ میں اچھال کر واپس رکھ دیے دونوں نے کروفر بھرے قہقہے لگائے۔

"دل کو چھوڑو یار! انجوائے کرو اس کا ٹوٹا غرور۔"

دو قہقہے پھر ابھرے۔ "پھر کیا دے رہے ہیں مجھے، پلان کو پرفیکٹ رنگ دینے کا۔" آفیسر کے لہجے سے لالچ ٹپکا۔

"بولو کہاں ٹریٹ چاہیے..... ناروے، سوئیزرلینڈ؟"

"نہیں یہ شہابیے۔"

اُس کی صاف گوئی پر وہ پل بھر کے لیے رکا ایک نگاہ تحیر سے دیکھتے سوچا تھا۔

"واہ یعنی کہ اس پاگل کو بھی نہیں پتا بھلے یہ لاکھوں کی مالیت کے ہیں مگر اصل تو نہیں۔"

اُس نے پرسوچ انداز میں اثبات میں گردن ہلائی۔

"چلو تم بھی کیا یاد کرو گے، کس سخی کو خوش کیا ہے تم نے۔"

اس نے شہابیے انگلی کی پور سے چھیڑتے فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا۔ یلماز کی آواز منیبہ کے کان پر گرم سیال کی طرح گری تھی۔ بدن کا سارا خون دھانی آنکھوں کے کناروں پر اتر آیا جبڑے ریڑھ کی ہڈی کی طرح اکڑ کر بوجھل ہو گئے۔ آکسیجن اتنی کم محسوس ہوئی اکڑے جبڑے، ناک کے نتھنے پھیلنے پر بھی سانس بحال نہ ہوتی تھی۔ پاؤں گھسیٹتی بمشکل آگے بڑھی بے یقین آواز نمی سے لڑ بھڑ کر جیت کر نکلی تھی۔

"آج پہلی بار دیکھا ہے، کسی کو کھڑے قد سے گرتے۔"

اُن دونوں نے میکانکی انداز میں گردنیں پلٹ کر دیکھا، پیچھے کوئی آسیب زدہ سفید مورتی کھڑی تھی۔ چہرے پر سنسناتا سرخ خون، دھانی آنکھوں میں آگ کے شرارے دوڑ رہے تھے۔

"میری ان پڑھ ماں نے صحیح کہا تھا وقت اور مرد ایک سے ہوتے ہیں۔ حاکم بنے ہر چیز کو پاؤں میں روندتے۔ خدا بننے کی خواہش کو پالتے۔ ان کے سامنے جھک جاؤ، گڑگڑاؤ، ناک رگڑو، معافیاں مانگو، تاکہ ان کی انا کی تسکین ہو۔" آنکھیں یلماز پر گاڑھے وہ چبا چبا کر کہہ رہی تھی۔ وہ تحیر سے اسے دیکھتا کرسی کھینچ کر کھڑا ہو گیا تھا، اس سے پہلے وہ کوئی بات بناتا منیبہ نے گلے میں لٹکتا ائیر ہوسٹس کارڈ زور سے کھینچا ربن کا سرا پھٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا تھا اس نے کارڈ یلماز کے منہ پر مارا۔

"میں سمجھتی تھی یہ جملے صرف نشئی مرد کے لیے ہیں۔ میں غلط تھی سر!" اب وہ بجیز نوچ نوچ کر اس پر اچھال رہی تھی۔ "یہاں تو نشہ اور منشا ایک ہیں۔" پنوں سے جما یا اسکارف جھٹکے سے اتارا، کتنے بال پنوں کے ساتھ جڑ سے اکھڑ گئے مگر اس تکلیف کا اب احساس تک نہیں تھا۔

"ایک نشئی کی بیٹی اس سے زیادہ ڈیزرو کرتی تھی سر یلماز حسین! سجدہ، ہاتھ، ناک، ماتھا، اکیلے میں کیوں..... سب کے بیچ ویٹنگ لاؤنج میں رگڑواتے، مجھ سے تاکہ آپ کی حاکمیت کو چار چاند تو لگتے۔" نمی سے بوجھل آواز پھٹ رہی تھی وہ قدم قدم آگے بڑھی اور جھپٹ کر وہ شہابیے اٹھائے اور پوری قوت سے یلماز کے منہ پر دے مارے۔ "ہاں یہ میں ہی اسمگل کر رہی تھی۔" یلماز کو لگا جیسے دہکتا کوہ طور اس پر گرا ہو آفیسر بھی دم سادھے کھڑا تھا۔ وہ اسے

دیکھتے ہوئے ہسٹریائی انداز میں چلائی تھی۔ "اور یہ کیا میں تو ہر چکر میں ہیروئن، منی لانڈرنگ، کچھوے اسمگلنگ کرتی رہی ہوں۔"

چمکتے دھان سے پانی کی دھاریں بہہ کر گلابی گال دھونے لگا۔ "بلائیں پولیس..... مجھے گرفتار کروائیں۔ اپنے اندر کے وقت کو تسکین پہنچائیں۔ ملائیں کال۔" اس نے ٹیبل سے موبائل اٹھا کر زور سے اس کے آگے پھینکا۔ "بتائیں مخدوم صاحب کو۔ میں ان پر الزام لگا رہی تھی۔ وہ سچے تھے۔"

وہ ہذیانی انداز میں چلاتی ایک ایک چیز اٹھا کر اسے مار رہی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا ساری دنیا اٹھا کر اس پر الٹ دے اس کے روتے بلکتے چہرے کو دیکھتے یلماز بت کی طرح جم گیا تھا، بس ایک سانس کا رشتہ تھا جو غیر محسوس طریقے سے تیر رہا تھا، آفیسر نے اسے قابو کرنے کی کوشش کی مگر وہ بپھری ہرنی کی طرح چھٹ چھٹ جاتی شرمندگی سے یلماز نے ایک قدم اس کی جانب بڑھایا تو منیبہ نے اسے زور سے دھکا دیا۔ "تم وقت ہو تم مرد ہو تم عورت سے صرف سجدہ چاہتے ہو۔"

چلاتے ہوئے اپنے آنسو کلائیوں سے پونچھے، تیزی سے باہر کی جانب بھاگی تھی، کچھ دیر پہلے اس چند گز کی راہداری میں دل میں الوہی محبت پھوٹی تھی بس چند پل کی خوشی لکھی تھی اس کی تقدیر میں۔ "وقت، مرد" کی گردان کرتے روتی جاتی اور پھر بھاگنے کے انداز میں چلتی جاتی تھی تراشیدہ بھورے بال پیچھے کی جانب اڑتے اور وہ آگے کو بڑھتی۔۔ کتنوں نے اسے حیرت سے دیکھا عملے کا حصہ ہونے کی وجہ سے کوئی خاص پوچھ تفتیش نہیں تھی۔ یہاں تک کے وہ بھاگتے ہوئے ایگزیکٹ سے نکل گئی اس کے ایک پاؤں کی سینڈل جانے کہاں اتر گئی تھی دوسری ائیر پورٹ سے باہر فٹ پاتھ پر اتری، تلووں میں کیا کیا چبھ رہا تھا کچھ احساس نہیں تھا گرد و پیش سے بے خبر سڑک پر آ گئی۔ سامنے سے تیز رفتار وین آ رہی تھی بریک لگتے لگتے وہ اس سے ٹکرا گئی۔

☆☆☆

وہ کمرے میں پتھر کی مانند کھڑا دھپ سے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ آفیسر منیبہ کے خلاف کاروائی کی جانے کون کون سی کیا باتیں کر رہا تھا یلماز کو کچھ سنائی نا دیتا تھا۔ صرف شہابیوں کی سنگ باری ہوتی محسوس ہو رہی تھی بالکل دوزخ کے گولے جیسی، جو سرکش شیطان کی شرارتوں پر اللہ کی طرف سے پھینکے جاتے ہیں، آفیسر نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا اس نے گلاس منہ کو لگا رکھا تھا اور دونوں کناروں سے پانی نیچے گر رہا تھا۔ آفیسر کا موبائل گونجا۔ منیبہ کا ایکسیڈنٹ دونوں کو حواس باختہ کر گیا تھا۔ وہ اسی انداز میں باہر کی جانب لپکا تھا خون میں لت پت ایک مورتی کو ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا جب تک وہ قریب پہنچا ایمبولینس جا چکی تھی، پھر جانے وہ کتنی دور اس کے پیچھے پیدل بھاگا تھا۔

☆☆☆

ہاسپٹل کے کوریڈور سے آگے ایمرجنسی کی دیوار سے وہ ٹیک لگائے کھڑا تھا، اسے یقین تھا وہ مر جائے گی اور پھر وہ بھی مر جائے گا۔، وہ اپنی روح کو اس کی روح کے آگے ہاتھ جوڑتے پاتا تھا، اسے خون کی اشد ضرورت تھی، یلماز چاہنے کے باوجود اسے اپنے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں دے سکا تھا۔ کیوں کہ منیبہ کا خون اس کے خون کا قطرہ بھی اپنے اندر برداشت نہیں کر سکتا تھا ان کے گروپ الگ تھے، بہت سے کولیگ اس کی عیادت کو آتے رہے، یلماز کے گھر والوں نے سرسری حال پوچھا حیرت تو انہیں تب ہوئی جب پتا چلا یلماز مسلسل کئی گھنٹے سے وہاں کھڑا ہے، اسے پیار پھر سختی سب طرح سے بلایا، مگر وہ ٹس سے مس نا ہوا، بڑے بھائی نے خبر چلا کر بزنس کی ریٹنگ بڑھائی۔ "یلمی اپنے معمولی ایمپلائیر کا بھی بہت خیال رکھتی ہے۔ مالک کئی گھنٹے سے ملازم کے ہوش میں آنے کے انتظار میں کھڑا ہے۔"

چند گھنٹے بعد اسے ہوش آ چکا تھا۔ بلقیس اس کی پٹی سے لگی تھی اور یلماز بہت دور کوریڈور کی سیڑھی پر

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

بیٹھا ٹکٹکی لگائے دروازہ تکتا تھا اس کی ہمت نہیں تھی کہ اندر جائے اسے بتائے مرد اور وقت ہر لمحے اک سے نہیں ہوتے، خواہشوں کی غلطیاں دل کے ہاتھوں مردوں سے زیادہ غلط ہو جاتی ہیں۔

رات کا کوئی پہر تھا بلقیس اٹینڈنٹ بینچ پر بیٹھے اونگھنے لگی، وہ شام سے ہاتھوں میں بکے پکڑے بیٹھا تھا، باسی پھولوں کی خوشبو بکھر گئی تھی، وہ دبے قدموں اندر آیا خاموشی سے پھول اس کے پاس رکھ کر مڑنے کو تھا، جب اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، بے پناہ نفرت یک دم آنکھوں میں اتر آئی، ڈرپ کی سوئیوں، پائپوں سے جکڑے ہاتھ نے پوری قوت سے اس کے پھول بہت دور گرے، پھول تو گرے سو گرے ڈرپ اسٹینڈ بھی نیچے گر گیا۔ بلقیس ہڑبڑا کر اٹھیں۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔" یلماز کی آواز کو جانے کیا کھا گیا تھا۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔"

"معافی کے بغیر نہیں جاؤں گا۔" جیسے کوئی قبر کے دھانے پر ہو۔

"مجھے تم سے کراہیت آتی ہے، جاؤ۔"

"وقت اور مرد ہر وقت بے رحم نہیں ہوتے۔" جیسے قبر کا منہ کھل گیا ہو۔

"میں دونوں پر تھوکتی ہوں۔"

وہ پھر سے ہیجان میں آنے لگی۔ "نفرت ہے مجھے مردانگی سے، جو وقت کی طرح ظالم ہو۔ جاؤ جاؤ۔" پھر جیسے کوئی قبر میں اتر گیا۔

بلقیس آگے بڑھی بھیگی نگاہ سے یلماز کو دیکھتے ہاتھ جوڑے، یلماز کی بے بس نگاہ پھٹی رہ گئی جیسے قبر پر مٹی بھی آ گئی ہو۔

☆☆☆

پھر لوگوں نے اک شخص دیکھا تھا جو قیس تھا نہ مجنوں تھا، اُس نے پہاڑ کھود کر چشمہ نہیں نکالا، نہ جنگلوں میں بانسری بجاتے محبت کے مرثیے پڑھتا تھا اور نہ ہی کسی دریا سے مقابلہ لگا کر آنسو بہائے۔ گھسی پینٹ عام سی شرٹ میں پھرتا نظر آتا اک جوان۔ جو لوگ وقت سے روندے جاتے انہیں اٹھاتا ان کے سائبان تک پہنچاتا، تو کسی کو اس کے مسیحا تک، وقت کے لگائے نشتر کو دھوتا، تو کسی کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر آخری آرام گاہ میں اتار آتا، گھنٹوں گم صم قبروں کو دیکھتا۔

گھر والے حیران تھے شوخ چلبلے یلماز کو آخر ہوا کیا ہے، ہاسپٹل میں اس کے ساتھ مسلسل دو ملازم ہاتھ باندھے ساتھ تھے، جب وہ ٹوٹا پھوٹا ان کے ساتھ گھر آ گیا، بہت دن تو خاموشی کی نظر گزرے پھر گھر سے نکل کر سڑکوں پر پھرتا اُسے ہر وقت اپنے چہرے پر مارے جانے والے شہابیوں سے ہتک محسوس ہوتی۔ نرم گلابی چہرے کے حقارت لیے آنسو اس کی سانسیں کھینچ لیتے۔ ملک بیرونِ ملک بہترین سائیکاٹرسٹ سے علاج کروایا گیا سب کی مشترکہ رائے تھی اُسے ذہنی عارضہ ہے ٹھیک ہونے کے لیے وہ خود تعاون نہیں کرتا۔

شادی کی کوشش بے سود تھی خاندان کی جو لڑکیاں اس کے گرد منڈلاتی تھیں اب اسے دیکھ کر یہی کہہ سکتی تھیں۔

"ہمارے لیے یہ پاگل ہی رہ گیا۔" دوسرے شادی کے نام پر وہ خود غائب ہو جاتا، ڈھونڈنے سے نہ ملتا، بہترین اور مستقل علاج سے اتنا سا فرق پڑا تھا، بے کار بیٹھنے سے خدمت خلق میں لگ گیا، سیاسی شخص کو ہر چیز میں اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے، ملک حسین کو جب اس کے ٹھیک ہونے کا کوئی امکان نہ رہا، اس نے بیٹے کو یلمی نام سے ٹرسٹ بنا دیا، ایمبولینسیز، شیلٹر ہوم، ہاسپٹل بنانے سے ایک طرف ان کی کرپشن مکمل چھپ گئی، دوسری طرف بیٹے کی خدا ترسی نے عوام کے دلوں میں گھر کر کے باپ کی وزارت ہمیشہ کے لیے پکی کر دی۔

☆☆☆

وہ بالکل گم صم ہو گئی تھی، ٹھیک ہونے کے بعد یلمی کی طرف کیا کسی بھی ائیر لائن کی جانب پلٹ کرنا دیکھا، یلماز کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے ملک

حسین نے منیبہ کے کانٹریکٹ کو نظر انداز کیا اور اپنی کمپنی کی ریپو بچائی تھی، منیبہ کمپنی کا فلیٹ چھوڑ کر واپس اپنے پرانے محلے میں آباد ہو گئی، بلقیس نے اسے کہیں اور جاب کرنے کا بہت سمجھایا مگر منیبہ کسی طور نہ مانی جو کچھ جمع پونجی تھی اپنے علاقے میں ہی چھوٹا سا ٹیوشن سنٹر کھول لیا اور گزارا چلنے لگا ہاں البتہ دس پندرہ گز کی اس نیلی راہداری میں پنپ کر دم توڑتی محبت چنک کی طرح ساتھ تیرتی، لمحہ بھر کو سانس رک سی جاتی، اپنے پھسل جانے پر خود سے گھن آتی، زندگی کے چار سال مزید بھیگ گئے، بلقیس کی کھانسی اچھے علاج اور خوراک سے پہلے خاصی بہتر ہو گئی تھی، لیکن ان چار سالوں میں بتدریج بڑھتے ہوئے پھر پرانی نہج پر آنے لگی، منیبہ ٹیوشن سے فارغ ہوئی تھی جب بلقیس یہ کہہ کر گھر سے نکلی۔

"نکڑ والے کی طرف جا رہی ہوں۔ دوا لے آؤں۔"

ڈسپنسر کی دکان بند تھی اور کھانسی کی تکلیف زیادہ وہ رکشا لے کر بڑے اسپتال کے لیے نکل گئی، شام ڈھلنے کو آ رہی تھی بلقیس گھر نہیں آئی منیبہ کو فکر ہونے لگی تھی، محلے کے بچے کو بھیج کر پتا بھی کروایا مگر بلقیس کا کچھ آتا پتا نہیں تھا، وہ اس کا نمبر ملانے لگی مسلسل ٹون کے بعد کسی نے اٹھایا تھا، اور سننے کے بعد منیبہ کو پاؤں میں زمین لرزتی محسوس ہوئی، دراصل آدھے راستے میں ہی رکشے کا سلنڈر پھٹنے سے بلقیس سمیت رکشا بہت دور جا گرا اسی سڑک پر ایک بھاگتی ایمبولینس آ رہی تھی وہ آج قدرتی طور پر اس ایمبولینس میں خود موجود تھا نازک حالت میں مریضہ کو ہسپتال پہنچا دیا تھا اور جب تک وارث نہیں پہنچے وہ وہاں موجود تھا۔

اسپتال پہنچنے تک منیبہ کی آنکھیں سرخ ہو کر سوج چکی تھیں، اس نے جیسے ہی قدم کوریڈور سے ایمرجنسی کی جانب اٹھائے بینچ پر اسے بیٹھے کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ گلے پر ہلکی سی دھاگے کی کڑھائی والا سیاہ کاٹن کا کرتہ شلوار، سیاہ لیدر کی چپل، چھوٹے کٹے بال، کھلی رنگت پر نورانیت۔۔۔ وہ کہیں سے بھی، پرانا اپ کلاس رہنے والا یلماز نہیں لگ رہا تھا۔

منیبہ کے سادہ بے رعا چہرے کو دیکھ کر آنکھیں یلماز کی بھی پھیل گئی تھیں، اسے لگا تھا اس کی زندگی کی چند ساعتیں اور سانسیں دونوں بے یقینی سے رکی ہیں، گرد و پیش سے بیگانہ وجود، احساس تھا تو صرف ان چیزوں کا جو چہرے پر ٹھاٹھا گر رہی تھیں، اسکارف، بیجز، کارڈ اور شہابیے..... شہابیے وہ آگ کے بجھے گولے جو اللہ سرکش شیطان کو بھگانے کے لیے مارتا ہے۔ ایک، دو، تین..... باری باری اور بار بار مسلسل پڑ رہے تھے کان اُن لفظوں کی گونج سے پھٹنے کو تھے اس کی سوجی آنکھیں دیکھ کر لمحے میں وہ وقت یاد آیا جب وہ مخدوم صاحب کو فون پر کہہ رہا تھا۔

"پاؤچ آپ نے لابی میں ذرا دیر سے دینا ہے اور پلیز سی سی ٹی وی بند رکھنا۔ پانچ منٹ سے زیادہ نہ لگیں۔"

پھر اسی کے کہنے پر آفیسر منیبہ کو انویسٹی گیشن روم میں لے گیا تھا۔ گزرا وقت تکلیف دہ پچھتاوا تھا۔ وہ آہستگی سے اس کی جانب بڑھنے لگا جب نرس نے آ کر کہا تھا۔

"سر بی پازیٹو گروپ ہے ان کے خون کا، انتظام ہوا ہے؟" یلماز نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"میرا بی پازیٹو ہے۔"

نظریں منیبہ پر جمی تھیں "میں دوں گا۔"

بھنوں کی ناگوار جنبش سے منیبہ نے رخ پھیر لیا۔

☆☆☆

وہ خون دینے کے بعد اس کے پاس کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے آ بیٹھا، منیبہ نے پہلو بدل لیا، کچھ دیر کی خاموش تنی گمبھیر کو یلماز کی ٹھہر ٹھہر کر ابھرتی سرگوشیوں نے پھاڑا۔

"میں نہیں جانتا وہ سب میں کیوں کرتا رہا، حالانکہ میری گھڑی تب ہی ٹھیک ہو گئی تھی، مگر تمہیں زچ کرنے میں مزا آنے لگا۔ تمہارا ایٹی ٹیوٹ میری کمزوری بن گیا۔ میں تمہیں اپنے آس

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

پاس دیکھنا چاہتا تھا۔ پھر دل میں ایک کمینی سی خواہش ابھری، یہ لڑکی کسی کام، کسی سفارش کے لیے مجھے کیوں نہیں کہتی، جیسے باقی کہتی ہیں۔ کاش یہ میری منتیں کرے اور میں اس کا کام کر بھی دوں۔"

اس نے توقف کے ساتھ تھکی ہوئی سانس کھینچی منیبہ بالکل خاموش سامنے دیکھتی رہی۔

"مگر تمہارے اپنے اصول تھے، جو میں توڑنے کے چکر میں خود ٹوٹ گیا۔ وقت اور مرد کو تم نے توڑ دیا۔ تمہارے وہ لفظ، آنسو اور وہ شہابیے۔" اس نے آہ بھری "جیسے شیطان کو باندھ کر انسان کنکر مارتا ہے، جیسے اللہ کی طرف سے اس پر جہنم کا گولا پھینکا جاتا ہے، مجھے ہر پل تمہارے مارے کنکر کی نوکیں، گولوں کی تپش جھلسا رہی ہے۔ شیطان ہی ہوں میری شیطانیت سرکشی پر اتر آئی تھی تب ہی تو وہ چیزیں مجھ پر برسیں۔"

یلماز کے آہستگی سے روندھے لہجے پر منیبہ نے گردن پھیر کر اس کی جانب دیکھا تھا اس کی آنکھیں سرخ اور ہلکی سی نم تھیں ایک شکست خوردہ انسان کی طرح سامنے دیوار کے نچلے کونے کو دیکھ رہا تھا جیسے مکوڑا بار بار گرنے کے بعد چڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ منیبہ کے دیکھنے پر اس نے نظروں کا رخ پھیرا اور ملتجی انداز میں دیکھا تھا۔

"مرد اور وقت ہر لمحے ظالم نہیں ہوتے، یہ مہربان بھی ہوتے ہیں، مرہم بھی رکھتے ہیں۔ اعزاز بھی بخشتے ہیں، سراہتے بھی ہیں۔" منیبہ نے دوسری جانب نگاہ پھیر لی۔

"مجھے چار سال ہو گئے لوگوں کے گھاؤ سیتے ہوئے، مگر اپنا آج بھی ادھڑا ہوا ہے" منیبہ نے ایک بار پھر اس کی جانب دیکھا اس نے فوراً اس کے آگے ہاتھ جوڑ لیے۔

"مجھے معاف کر دو منیبہ! یہ تو مجھے تمہارے جانے کے بعد پتا چلا، میں تمہیں زچ نہیں بلکہ محبت کرتا تھا۔ میں بہت تکلیف میں ہوں پلیز معاف کر دو۔ تم کہو تو ہر اس شخص کے سامنے تم سے معافی مانگنے کو تیار ہوں، جن کے سامنے تمہیں تنگ کیا۔"

اسے دیکھتے ہوئے منیبہ نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی تھیں چہرا ایسے تھا جیسے شدت سے آتے رونے کو روکنے میں ناکام ہوتا جا رہا ہو پلکوں کی نوکوں سے کئی آنسو ٹوٹ کے چمکتے گلابی گالوں پر بہے، یلماز کو حق نہیں تھا اس کے آنسو کو چھونے کا اس نے فوراً اپنی بے بسی پر نظروں کا زاویہ پھیر لیا۔ دوسری جانب سے آتی نرس نے چلتے چلتے کہا تھا۔

"یلمی صاحب! آپ ایم ایس کے پاس آرام سے بیٹھ جائیں، یہاں تنگ ہوں گے۔" اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں، اٹس اوکے۔" ایمرجنسی کا دروازہ کھلتے ہی وہ جلدی سے اٹھا، منیبہ بھی ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

"الحمدللہ، آپ کی پیشنٹ خطرے سے باہر ہے۔" ڈاکٹرز کہہ کر تیزی سے گزر گئے تھے۔

منیبہ کی اٹکی سانسیں ایک دم سے خارج ہوئیں بہت دیر سے روکی ہچکیاں یک دم باہر نکلی تھیں اس لمحے اسے یہ بھی یاد نہیں رہا اس کے قریب کون ہے، ایک بے بس سا ماتھا یلماز کے کندھے کی پشت پر زور سے ٹکا تھا، دھیرے دھیرے کندھا بھیگنے لگا، بلقیس اور اپنے کھوئے وقار کے بچ جانے کے آنسو سب باہر آ گئے یلماز نے ہتھیلی سے اس کے سر کو تھپکا تھا۔

☆☆☆

وہ ایک خوب صورت شام کا منظر تھا شہر کی عمارتوں سے سورج بچ کر نکلتا جھیل کی لہروں سے ملنے کو بے قرار تھا، اچھے خاصے لوگ تھے کچھ فیملی کے ساتھ، کچھ اکیلے، کہیں اونٹ کی سواری کا مزا لیا جا رہا تھا، تو کہیں بیٹری سے بھاگتی کاروں کا اور کئی تو آئے ہی کھانے پینے کے ذائقوں سے لطف اندوز ہونے تھے۔ اسی ہجوم میں یلماز اور منیبہ بھی شامل تھے۔ وہ جما کر قدم رکھتا اسے جھیل کے اس کنارے کی جانب لے آیا تھا جہاں ہجوم قدرے کم تھا، لکڑی کے تنے کو کاٹ کر میز اور کرسیوں کی شکل میں ایک جگہ سجی تھی، ٹیبل کے کناروں پر سرخ گلاب کا بارڈر تھا اور درمیان میں

موتیے کی کلیوں سے "آئی ایکسٹریملی سوری" لکھا تھا جس پر موم بتیاں ٹمٹما رہی تھیں، یلماز وہاں آ کر ٹھہر گیا، منیبہ کی آنکھیں تحیر سے پھیلی جا رہی تھیں۔

ہاسپٹل کے واقعے کے بعد وہ مسلسل رابطے میں تھے اور وہ بار بار اس سے ملنے کی خواہش کا اظہار کر رہا تھا، آج بلقیس کی سفارش پر وہ طے شدہ جگہ آ گئی تھی، مگر اس سب کا اندازہ نہیں تھا، اس نے سوالیہ نگاہ اٹھائی وہ مسکرا کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا تھا وہ ادا سے ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایسے بیٹھی تھی گردن اٹھی ہوئی تھی، کمر سیدھی، اور نگاہ اس پر جمائے چہرے پر نرم سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"اگر معصوم پھول روشنی کے ہمراہ سفارشی بن کر آئیں تو معاف کر دینا چاہیے۔"

اس کے ذومعنی انداز پر اس نے استہزا میں کہا تھا۔

"اپنی خطاؤں پر معصوموں کو سفارشی بنانا، کچھ اچھی بات نہیں، سر!"

"سر نہیں، یلماز..... یلماز حسین نام ہے میرا۔"

منیبہ نے مٹھی بھر کر موتیے کے پھول اٹھائے، آنکھیں بند کرتے ہوئے ان کی خوشبو اپنے اندر اتاری تھی، جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں وہ کانوں کی لوؤں چٹکی میں پکڑے کہہ رہا تھا۔

"اور پلیز اب یلماز حسین کو معاف کر دو۔"

اس نے پھول اس کی جانب رکھتے ہوئے احسان جتلاتے کہا تھا۔ "جاؤ معاف کیا۔"

یلماز نے اپنی جیب سے ایک ڈبیا نکالی کھول کر اس کے سامنے رکھ دی نازک سی بریسلٹ اس میں جگمگا رہی تھی، جس میں چھوٹے چھوٹے سے چند شہابیے لگے تھے۔

"یہ کیا" منیبہ کو حیرانی ہوئی۔

"معاف کر دینے پر تحفہ، قبول کر کے مجھے اعزاز بھی بخش دو۔"

"بہت خوب۔"

اس نے بریسلٹ نکالی ہتھیلی پر پھیلاتے ہوئے استہزائیہ کہا تھا۔

"معافی کے بدلے، مجھے آگ کے گولے دے رہے ہو۔" اس نے آگے جھک کر بریسلٹ اس کی ہتھیلی سے اٹھائی بنا اجازت اس کی نازک کلائی پر باندھتے کہا تھا۔

"آگ کی تپش تو شیطان کو بھگا کر بجھ چکی ہے، اب یہ قیمتی پتھر محبت کے تحفوں میں استعمال ہوتا ہے۔"

بریسلٹ اس کی سفید کلائی میں جگمگا گئی۔ یلماز کو اب شرارت سوجھی تھی کرسی کے بیک سے پشت ٹکاتے اپنے پرانے انداز میں لوٹ آیا۔

"اب مجھے ٹائم کب دے رہی ہیں آپ، مس منیبہ؟" وہ لمحہ بھر ٹھٹکی وہ مہار تنا بات بدل کر بولا۔

"اوہ..... مس، آپ غلط سمجھیں۔ میں اپنی گھڑی کی....." وہ پہلے کی طرح قطعیت سے بات کاٹ کر بولی تھی۔

"نو نو نو مسٹر یلماز حسین..... آپ غلط سمجھے ہیں۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں آپ کو ٹائم اسکاٹ لینڈ میں دیا جائے یا اپنے کاغان میں۔ دونوں جگہ بہت خوب صورت ٹائم ملتے ہیں، میرا مطلب ہے خوب صورت گھڑیاں۔" اب دونوں کا مشترکہ قہقہہ جھیل میں اترتے سورج نے سنا تھا اور ہر منظر اس قہقہے کا گواہ بن گیا۔

☆☆

سرورق کی شخصیت
ماڈل ..... صائمہ انصار
میک اپ ... روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافی ..... موسیٰ رضا

www.PakiBooks.Site